جامعہ بیت العلم پھنڈیڑی سادات کا ترجمان

ماہنامہ

صدائے علم

ذی الحجہ ۱۴۴۶ھ ، جون 2025

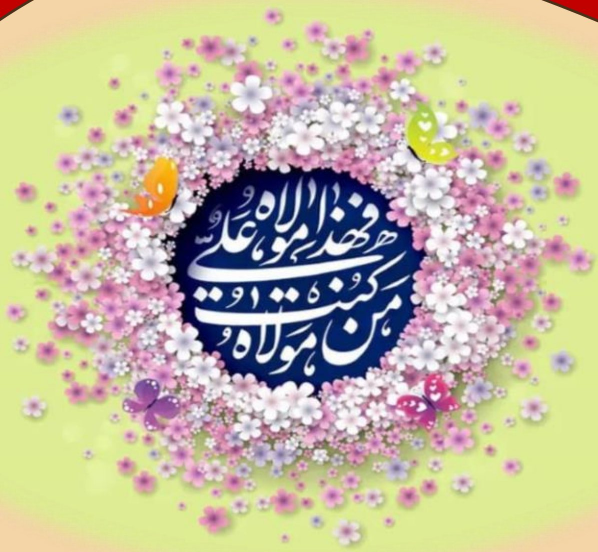
من كنت مولاه فهذا علي مولاه

نگراں مولانا سید غلام رضا زیدی

ایڈیٹر سید محسن رضا واسطی

جامعہ بیت العلم پھندیڑی سادات کا ترجمان

ماہنامہ صدائے علم

ذی الحجہ ۱۴۴۶ھ ، جون 2025

نگراں مولانا سید غلام رضا زیدی

ایڈیٹر سید محسن رضا واسطی

جوائنٹ ایڈیٹر

مرزا اظہر عباس

معاونین

مولانا مرزا عرفان علی

مولانا سید قنبر رضا واسطی

اداریہ 3
ماہِ ذی الحجہ: قربانی، وفا، ولایت اور حق کی سربلندی کا مہینہ 3
شہید عرفہ حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام 4
عالیجناب مولانا سید حسین اختر رضوی اعظمی صاحب قبلہ 4
قوموں کی تنزلی اور ترقی کے اسباب 9
عالیجناب ڈاکٹر سید فتح محمد زیدی صاحب قبلہ.. 9
توبہ 31
عالیجناب مولانا سید محسن رضا واسطی صاحب قبلہ.. 31
مناسبت ایام، احکام اور اسکے اعمال............. 34
عالیجناب مولانا سید قنبر رضا واسطی صاحب قبلہ 34
اعمال روز عرفہ(۹ذی الحجہ) 34
عید قربان.. 36
عید غدیر کی فضیلت اور اس کے اعمال........ 37
عید مباہلہ 40
منقبت... 41
عالیجناب مولانا کمیل عباس ناصری صاحب قبلہ41
منقبت... 43
عالیجناب مولانا سید شہزاد اصغر نجفی صاحب قبلہ 43
اپیل 45
سید غلام رضا زیدی 45

اداریہ

ماہِ ذی الحجہ: قربانی، وفا، ولایت اور حق کی سربلندی کا مہینہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہِ ذی الحجہ، اسلامی تقویم کا وہ بابرکت مہینہ ہے جو اپنے دامن میں اہم اورعظیم ترین واقعات کو سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ مہینہ ہمیں قربانی، وفاداری، حق کی پاسبانی اور الٰہی ولایت کے اعلٰی ترین جلوؤں کی یاد دلاتا ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں ذبح عظیم کا دیباچہ لکھا گیا یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومنوں کو مولا اور دین کو تکمیل دین کی سند اور حق کو باطل یعنی سچوں کو جھوٹوں پر فتح نصیب ہوئی۔ اس مہینے کے لمحے لمحے میں ایک روحانی پیغام پنہاں ہے، جو مومن کے دل کو جھنجھوڑتا ہے اور اسے یاد دلاتا ہے کہ دین کی بقا کس جذبے، کس ایمان، اور کس قربانی کی مرہونِ منت ہےماہِ ذی الحجہ کا آغاز ہمیں کرب و وفا کے پیکر، حضرت مسلم بن عقیلؑ کی شہادت کی یاد دلاتا ہے۔ کوفہ کی گلیوں میں اکیلے سفیر کا یہ کارنامہ ہمیں سکھاتا ہے کہ حق کی گواہی دینا، چاہے تنہا ہی کیوں نہ ہو، مومن کی پہچان ہے۔ حضرت مسلمؑ کی قربانی ہمیں ایثار، صبر، اور استقامت کا درس دیتی ہے پھر یہ مہینہ ہمیں عید الاضحیٰ کی صورت میں حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی بے نظیر قربانی کی یاد دلاتا ہے۔ یہ عید ہمیں بتاتی ہے کہ اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دینا، حتیٰ کہ اپنی عزیز ترین متاع بھی، سعادت اور نجات کا راستہ ہے اسی ماہ میں ایک اور عظیم الشان دن آتا ہے: عید غدیر۔ یہ وہ دن ہے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر غدیر خم کے میں حضرت علیؑ کو اپنے بعد "مولا" مقرر فرمایا۔ یہ دن اسلام میں ولایت کے اعلان کا دن ہے، جو امت مسلمہ کی روحانی قیادت کی بنیاد ہے اور آخر میں، ماہِ ذی الحجہ کے دامن میں عیدِ مباہلہ کی درخشاں مثال بھی ہے۔ جب نجران کے نصاریٰ کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مباہلہ کا فیصلہ کیا، اور اپنے ہمراہ فقط اہلِ کساء کو لے کر میدانِ حق و باطل میں اترے۔ یہ دن ہمیں بتاتا ہے کہ حق کی فتح صرف علم و منطق سے ہی نہیں بلکہ اخلاص اور طہارتِ نفس سے بھی وابستہ ہے یہ تمام مناسبتیں نہ صرف تاریخ کے ابواب ہیں بلکہ آج بھی ہمارے لیے چراغِ راہ ہیں۔ آئیں، اس مہینے کو محض یاد منانے کا ذریعہ نہ بنائیں بلکہ ان واقعات سے سبق لیتے ہوئے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو ان مقدس ہستیوں کے نقش قدم پر استوار کرنے کی سعی کریں۔

اللہ ہمیں ان برکتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے اور راہِ حق پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین

شہید عرفہ حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام

عالیجناب مولانا سید حسین اختر رضوی اعظمی صاحب قبلہ

سحر عالمی نیٹ ورک تہران ایران

حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام فرزند رسول حضرت امام حسین علیہ السلام کے چچا زاد بھائی، مرد حق، جری اور امام علیہ السلام کے حقیقی آشنا تھے، آپ سات ہجری قمری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد حضرت عقیل بن ابی طالب علیہما السلام ہیں جو حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے برادر بزرگ تھے، آپ کی والدہ ماجدہ جناب سیدہ خلیلہ تھیں جن کا تعلق کوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک آبادی سے تھا اور خاندانی طور پر آپ قبیلۂ بنی نبط سے تعلق رکھتی تھیں جن کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے کہ یہ اللہ کے نبی خلیل خدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ہیں۔ آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہ تھے، اس بات کو ابن حجر نے صحیح بخاری کی شرح میں بھی بیان کیا ہے اور بہت سے افراد نے حضرت مسلم علیہ السلام سے روایتیں بھی نقل کی ہیں۔ (1)

آپ اسلامی فتوحات اور جنگ صفین وغیرہ میں شریک تھے اور جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید کو ٹھکرا کر مدینہ کو خدا حافظ کہا تو آپ بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ مکہ تک تشریف لائے، حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ سے خارج ہوکر مکہ تشریف لے گئے اور مکہ ہی میں مقیم تھے کہ بڑی تعداد میں اہل کوفہ کے خطوط موصول ہونا شروع ہوئے۔ ان خطوط میں امام علیہ السلام کو کوفہ آنے کی دعوت دی گئی تھی، آخری خط بھی موصول ہوا اور جب اہل کوفہ کے خطوط کے تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی تو امام علیہ السلام مسجد الحرام میں رکن و مقام کے مابین کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز ادا کی اور خداوندعالم سے طلب خیر کیا مکہ مکرمہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو اہل کوفہ کے خطوط موصول ہوئے کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے آپ تشریف لائیے اور ہماری ہدایت کیجئے۔ (2)

فرزند رسول حضرت امام حسین علیہ السلام کوفہ کی تہذیب اور وہاں کے لوگوں کی بدلتی ہوئی طبیعت اور مفاد پرستی سے بخوبی آگاہ تھے کیونکہ اسی کوفہ میں آپ کے پدرگرامی امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کو شہید کیا گیا تھا لہذا ایسے شہر کے لئے کسی مخلص اور تجربہ کار شخص کی ضرورت تھی جو لحظہ بہ لحظہ رنگ بدلنے والے افراد سے شکست نہ کھا سکے اور اپنے مقصد کے حصول سے ہنگامی حالات میں بھی غافل نہ رہے اس لئے حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے مختصر سے قافلے پر نظر ڈالی اور حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کو اپنا نمائندہ منتخب فرماکر کوفہ روانہ کردیا۔ (3)

حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کو کوفہ راونہ کرنے سے پہلے امام علیہ السلام نے سعید اور ہانی بن عروہ کے ذریعے ایک خط اہل کوفہ کے نام اس مضمون کے ساتھ ارسال کیا "بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيمِ مِنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ إِلَى الْمَلَإِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُسْلِمِينَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ هَانِياً وَ سَعِيداً قَدِمَا عَلَيَّ بِكُتُبِكُمْ وَ كَانَا آخِرَ مَنْ قَدِمَ عَلَيَّ مِنْ رُسُلِكُمْ وَ قَدْ فَهِمْتُ كُلَّ

الَّذِي قَصَصْتُمْ وَ ذَكَرْتُمْ وَ مَقَالَةُ جُلِّكُمْ أَنَّهُ لَيْسَ عَلَيْنَا إِمَامٌ فَأَقْبِلْ لَعَلَّ اللَّهَ يَجْمَعُنَا بِكَ عَلَى الْهُدَى وَ الْحَقِّ وَ قَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ أَخِي وَ ابْنَ عَمِّي وَ ثِقَتِي مِنْ أَهْلِ بَيْتِي وَاَمَرْتُهُ اَنْ يَكْتُبَ إِلَيَّ بِحالِكُم وَ اَمْرِكُمْ وَ رَايِكُمْ فَاِنْ كَتَبَ أَنَّهُ قَدِ اجْتَمَعَ رَأْيُ مَلَاءِكُمْ وَ ذَوِي الْفَضْلِ وَ الْحِجَى مِنْكُمْ عَلَى مِثْلِ مَا قَدِمَ عَلَيَّ بِهِ رُسُلُكُمْ وَ قَرَأْتُ فِي كُتُبِكُمْ أَقْدِمُ عَلَيْكُمْ وَشِيكاً إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَلَعَمْرِي مَا الْإِمَامُ إِلَّا الْعامِلُ بِالْكِتَابِ وَ الآخِذُ بِالْقِسْطِ وَ الدَّائِنُ بِالْحَقِّ لِلَّهِ وَ الْحَابِسُ نَفْسَهُ عَلَى ذَاتِ اللَّهِ وَ السَّلَامُ"۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حسین ابن علی کی طرف سے مومنین اور مسلمانوں کے سرداروں کے نام، اما بعد: یہ لوگ یعنی سعید و ہانی بن عروہ تمہارے خطوط لے کر پہنچے تمہاری تحریر کو میں نے غور سے پڑھا تمہاری بات سے یہ معلوم ہوتاہے کہ تمہارا کوئی امام نہیں ہے لہذا تم مجھے بلا رہے ہو اس لئے میں اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں یہ میرے معتمد ہیں اور یہ کوفہ پہنچ کر مجھے تمہارے حالات سے آگاہ کریں گے اگر انہوں نے اطلاع دی کہ کوفہ کے افراد اس بات پر متفق ہیں تو میں تمہارے پاس آجاؤں گا انشاء اللہ ، جان لوکہ امام کتاب خدا پرکامل عدالت کا پابند، حق اور مرضی معبود کاہمہ وقت خواستگار ہوتا ہے۔" والسلام حسین بن علی بن ابی طالب(4)

باطل نظام کے خلاف قیام کی جدوجہد میں عوامی رابطہ مہم کی ذمہ داری جس شخصیت کے سپرد کی گئی وہ حضرت مسلم بن عقیل بن ابی طالب علیہما السلام تھے۔ حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام نے حقیقی اسلام کے سفیر کا کردار ادا کیا کیونکہ وہ جس عظیم ہستی کے حکم پر مدینہ منورہ سے کوفہ کی طرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے کے لئے روانہ ہوئے وہ ہستی (حضرت امام حسین علیہ السلام) دین اسلام اور شریعت محمدی کے دفاع اور تحفظ کے لئے کمربستہ تھی اور حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام نواسہ رسول کے شانہ بشانہ اس جہاد میں شریک تھے اور اپنی شہادت کے ذریعے واقعہ کربلا کی بنیادیں استوار کرگئے۔

حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام وفاشعاری اور شجاعت و بہادری کا پیکر تھے، آپ نے وفا کے جذبے کا ایسا مظاہرہ کیا جیسے حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وفاشعاری کی زندگی بسر فرمائی تھی اور حضرت علی علیہ السلام کی طرح ہی جنگی مہارتوں اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے جب کوفہ کے گلی اور کوچوں میں آپ کو یزیدی افواج نے گھیر لیا تو شدت پیاس اور بے یارومددگار ہونے کے باوجود حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام ہزاروں شامی فوجیوں کے مقابل تنہا ہوکر بھی مردانہ وار لڑے۔

حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے اور روضہ رسول میں نماز اداکرکے صبح ہوتے ہی کوفہ کی سمت سفر کا آغاز کردیا، راستہ کی مشکلات او ر صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے مدینہ منورہ سے کوفہ پہنچے اور جناب مختار بن ابوعبید ثقفی کے گھر قیام پذیر ہوئے (5) جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام کی آمد کی خبر سن کر اہل کوفہ جناب مختارعلیہ السلام کے گھر میں جمع ہوئے آپ نے فرزند رسول حضرت امام حسین علیہ السلام کا خط پڑھ کرسنایا تولوگ جوش محبت وعقیدت سے رونے لگے اوربعض بااثر عقیدت مندوں نے کھڑے ہوکر اپنے جذبات کا اظہار کیا اور اپنی نصرت کا یقین دلایا اس کے بعد لوگ آپ کے ہاتھوں پرحضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت کرنے لگے اگرچہ جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام نے ان لوگوں سے بیعت کا مطالبہ نہیں کیا تھا لیکن جب وہ بہ رضا ورغبت بیعت کرنے لگے تو آپ نے ان سے اس طرح بیعت لی جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ خزرج و غیرہ سے

بیعت لی تھی بیعت کے کلمات یہ تھے" کتاب خدا وسنت رسول کی طرف دعوت، ظالموں اورسرکشوں سے جہاد ، مستضعفین سے دفاع ، محروموں کے حقوق کی بازیابی ،غنائم کی صحیح تقسیم اور اہل بیت علیہم السلام کی مدد و نصرت۔ (6)

مگر جب ابن زیاد ملعون کوفہ کا گورنر بن کر آیا تواس نے اہل کوفہ سے کہا : شام سے عنقریب ایک بہت بڑا لشکر آنے والا ہے جو تم کو تباہ وبرباد کردے گا نیز تمھاری جان اورعزت و آبرو بھی محفوظ نہیں رہ سکے گی(7) چنانچہ وہ افرادجنھوں نے ابن زیاد کا کلا م سنا تھا وہاں سے نکل کرمہاجرین کے اہل خانہ کے پا س پہنچے اوران کی ماں بہنوں اوربیویوں کوورغلایا کہ تمہارے وارثوں کو شام کا لشکر آکر تہہ تیغ کردے گا اوریہ لشکر آنے ہی والا ہے عورتوں کا دل اپنے وارثوں، بھائیوں بھتیجوں کے قتل سے لرزنے لگا اوروہ بے تحاشا گھروں سے نکل پڑیں اور اپنے اپنے عزیزوں کے دامن کو پکڑ کر فریادیں کرنے لگیں جن سے مہاجرین کے دل بھی کانپنے لگے کچھ تو انہیں عورتوں کے ساتھ چلے گئے اور کچھ موقع دیکھ کر فرار ہوگئے اورجناب مسلم علیہ السلام وہا ں پہنچے تو بہت مختصر افراد کوموجود پایا شام ہوتے ہی آپ کے پا س صرف تیس افراد بچے تھے اسی قلیل تعداد کے ساتھ آپ نے نماز مغربین ادا کی نماز کے بعد ان میں سے بھی دس فرار ہوچکے تھے جب حضرت مسلم علیہ السلام مسجد سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ کے ساتھ دس ہی افراد رہ گئے ہیں انہیں لوگوں کے ہمراہ آپ باب کندہ کی طرف روانہ ہوئے جس وقت آپ محلہ کندہ میں پہنچے تواپنے کویک وتنہا پایا اور اب آپ کو کوئی راستہ بتانے والا بھی نہیں تھا اورابن زیاد ملعون کی دھمکی آمیز تقریر سے کوفہ میں سناٹا چھایا ہوا تھا ہر شخص کے گھر کا دروازہ بند تھا(8)

حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کی نظر ایک عورت کے دروازے پرپڑی جواپنے دروازہ پر کھڑی اپنے بیٹے کا انتظار کررہی تھی چونکہ حضرت مسلم علیہ السلام پرپیاس کا شدید غلبہ تھا اوردوسری طرف کوفیوں کی غداری کے احساس نے بھی کافی متاثر کر دیاتھا لہذا آپ اس کے دروازے کے باہر جاکر بیٹھ گئے عورت نے سلام کیا اور پوچھا اے مرد عرب تم کون ہو اور اپنے گھر کیوں نہیں جاتے کوفہ کا ماحول بہت ہی پرآشوب ہے اپنے گھر جاؤ ورنہ میرے لئے مصیبت پیش آجائے گی حضرت مسلم علیہ السلام نے کہا جس کا کوئي کوفہ میں گھر نہ ہو وہ کہا جائے گا پھر اس کے اصرار پر آپ نے کہا میں مسلم بن عقیل سفیر حسین ہوں یہ سنتے ہی ضعیفہ قدموں پر گر پڑي آقا گستاخی معاف کیجئے اور پھر نہایت ہی ادب و احترام سے گھر کے اندر لے گئی حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام نے کہا میں بہت پیا سا ہوں مجھے پانی پلادو اس نے آپ کو سیراب کیا جی ہاں اس عورت کانام طوعہ تھا جو پہلے محمدبن اشعث کی کنیز تھی اورآزادی کے بعد اسید حضرمی کے نکاح میں آگئی تھی۔ (9)

ابھی کچھ ہی دیر حضرت مسلم کو طوعہ کا مہمان ہوئے گذری تھی کہ اسی اثناء میں اس کا لڑکا تھکا مارا آپہنچا اور اپنی ماں سے کہا دن بھر مسلم بن عقیل کو تلاش کرتا رہا مگر وہ نہیں ملے اگر مل جاتے تو ابن زیاد سے بہت ہی زیادہ انعام حاصل کرتا یہ سنتے ہی مومنہ کا دل لرز اٹھا اور بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ خدایا فرزند رسول کو دشمنوں کے شر مخفوظ فرما اور پھر اپنے مہمان کی مہمان نوازی میں مشغول ہوگئی ادھر جب مومنہ کے لڑکے نے اپنی ماں کو کمرہ میں باربار آتے جاتے دیکھا تو سوچنے لگا کہ آخر میری ماں آج اس کمرہ میں بار بار کیوں داخل رہی ہیں لہذا ماں کے پاس آکر کہنے لگا کہ بتایئے ماجرا کیا ہے اور آپ بار بار کمرے میں کیوں جارہی ہیں ؟ لڑکے کی ضد نے اس کو راز بتانے پر مجبور کردیا اور لڑکے سے کہا کہ تم قسم کھاؤ کہ یہ بات کسی سے نہیں بتاؤ گے اس نے قسم کھائی توطوعہ نے کہا کہ آج

ہمارے گھر میں مسلم بن عقیل مہمان ہیں وہ یہ بات سن کرخاموشی سے لیٹ گیا لیکن صبح ہونے کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا، صبح ہوتے ہی وہ عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ مسلم بن عقیل ہمارے گھر میں موجود ہیں عبدالرحمن فورا ہی دربار ابن زیاد میں اپنے باپ کے پاس پہنچا اور اس کے کان میں آہستہ سے کہا کہ مسلم ہمارے محلہ کے گھر میں چھپے ہوئے ہیں ابن زیاد نے پوچھا کہ یہ لڑکا کیا کہہ رہا ہے ؟ محمد بن اشعث نے جواب دیا کہ یہ کہہ رہا ہے کہ مسلم بن عقیل ہمارے گھروں میں سے کسی گھر میں موجود ہیں، مسلم کی گرفتاری کے لئے ابن مرجانہ نے محمد بن اشعث کی سرکردگی میں اسیّ سواروں کو روانہ کیا جب یہ لشکر طوعہ کے گھر کے قریب پہنچا تو جناب مسلم نے ہتھیاروں کی جھنکاراورگھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی زرہ پہن کرگھر سے باہر نکلنا ہی چاہتے تھے کہ ابن اشعث کا لشکر گھرمیں داخل ہوا اورمسلم کوگرفتار کرنے کے نتیجہ میں جنگ شروع ہوگئی اور تن تنہا مسلم بن عقیل نے لشکر کوتین مرتبہ گھر سے باہر نکال دیا۔ جب ابن زیاد کے سپاہیوں نے دیکھا کہ اس طرح مسلم بن عقیل پر ہم قابو نہیں پاسکیں گے توانہوں نے مکانوں کی چھتوں سے جناب مسلم پر پتھر اورآگ برساناشروع کردیا، مسلم بن عقیل اس روباہ شکار لشکر کی بزدلی اور کودیکھ کر گھر سے باہر نکل آئے اوردلیرانہ جنگ کرنے لگے اورمحمد بن اشعث کے بہت سے سپاہیوں کوموت کے گھاٹ اتار دیا ، مسلم بن عقیل کے حملوں کودیکھ کر ابن اشعث سمجھ گیا کہ مسلم کواس طرح گرفتار نہیں کیا جاسکتا لہذا اس نے کہا مسلم آپ کے لئے امان ہے توآپ نے فرمایا: کیا فریب کا راوربدکردارلوگوں کی امان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ لیکن لشکر والوں نے بیک آواز کہا کہ آپ کودھوکا نہیں دیا جارہا ہے اورنہ ہی آپ سے جھوٹ بولا جارہا ہے ۔اس کے بعد آپ کواسیر کرکے ابن زیاد کے پاس لایا گیا اورجب جناب مسلم نے اپنی شہادت کے آثار محسوس کئے تووصیت کے لئے مہلت طلب کی ابن زیاد نے کہا وصیت کی اجازت ہے حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام نے ایک مرتبہ پورے مجمع پر نظر ڈالی عمر سعد کے علاوہ کوئی شخص وصیت کے لائق نظر نہ آیا تومجبوری کی حالت میں ابن سعد کولائق اعتبار سمجھ کرفرمایا ہمارے تمہارے درمیان ایک قرابت ہے اس لئے تم سے میری ایک خواہش ہے لیکن ابن سعد نے اس کو قبول کرنے سے انکار کردیا ،ابن زیاد نے کہا سن تو لوکیا کہہ رہے ہیں،ابن سعد جناب مسلم کے پاس گیاآپ نے اس کویہ وصیت کی کہ جب میں کوفہ آیا تھا تواس وقت میں نے چھ سودرہم قرض لئے تھے ان کومیری زرہ اورتلوار فروخت کرکے اداکردینا اورمیری شہادت کے بعد ابن زیاد سے میر ی لاش لے کردفن کردینا اورفرزند رسول امام حسین علیہ السلام کو خط لکھ کر اس حادثہ سے مطلع کردینا اورلکھنا کہ کوفہ تشریف نہ لائیں۔(10)

آخر کار کوفہ کي گليوں ميں عبيداللہ کے سپاہيوں سے مقابلہ ہوا اور جناب مسلم نے تنہا اکتاليس سپاہيوں کو واصل جہنم کيا ليکن پياس کي شدت اور شديد زخموں کي وجہ سے مقابلے کي تاب نہ لا سکے ۔ ايک سپاہي نے پيچھے سے نيزہ مارا آپ زمين پر گر پڑے ، لشکر والوں نے آپ کو گرفتار کر ليا اور دارالامارہ لے گئے ، عبيداللہ بن زياد نے حکم ديا کہ آپ کو دارالامارہ کي چھت سے نيچے پھينک ديا جائے جس سے آپ کي شہادت واقع ہو گئي اس کے بعد ابن زياد نے جناب ہاني بن عروہ اور جناب مسلم رضوان اللہ عليہما کے سر اقدس کو يزيد کے پاس بھيج ديا ۔آپ کي شہادت ۹ ذي الحجہ سن ساٹھ ہجري ميں واقع ہوئي ، آپ کي شہادت سے ايک دن قبل حضرت امام حسين عليہ السلام نے کوفہ کے ارادے سے مکہ کو چھوڑا اس لئے آپ کو شہادت کي خبر راستے ميں ملي ، جس وقت امام حسين عليہ السلام نے جناب مسلم اور جناب

هاني كي شهادت كي خبر سني تو آپ نے كئي مرتبہ يہ آيت پڑهي " انا للہ وانا الیہ راجعون" اور جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام کے حق میں دعا فرمائی۔ (11)

حضرت مسلم ابن عقیل علیہ السلام کے روضہ اطہر کی تعمیر شعبان سنہ پینسٹھ ہجری قمری کو حضرت مختار بن ابو عبید ثقفی کے حکم سے ہوئی (12)اور آج بھی آپ کا روضہ اطہر کوفہ کی جامع مسجد میں مرجع خلائق بنا ہوا ہے اور زائرین کرام آپ کے روضہ پر حاضر ہوکر نہایت ہی خلوص و ادب سے سلام کرتے ہیں " ألسَّلامُ عَلَیک أیهَا الفادی بِنَفسِهِ وَ مُهْجَتِهِ الّشهیدُ الْفَقیهِ المَظلُومِ الْمَغصُوبِ حَقُّهَ المُنتهِک حُرَمَتُهُ الَّسلامُ عَلَیک یا فادی بِنَفسِهِ ابْنَ عَمِّهِ وَ فَدی بِدَمِهِ دَمْهُ. السَّلامُ عَلَیک یا أوَّلَ الشُّهَداءِ وَ امام السُّعداء ... السُّلامُ عَلَیک یا وَحیداً غَریباً عَنْ اهلِهِ بَینِ الأعْداءِ بِلا ناصرٍ وَ لا مُجیبَ۔

حوالہ جات :

1 -الثقات، ج۵ ص۳۹۱، ، المعارف ج۱ ص۲۰۴ ، فرسان الہیجاء ج۱ ص۶۳،

الشهید مسلم بن عقیل ج۱ ص۳۴،مقاتل الطالبین ج۱ص۸۶ ،لباب الانساب ج۱ ص۳۷۶،

تسمیة من قتل مع الحسین ج۱ ص 25،

2 -رجال طوسی ج ۱ ص۹۶

3 -الامامۃ و السیاسہ ج۲ ص۵ ،تاریخ طبری ج۵ ص۳۵۴

4 -الارشاد ص 380 ، منتهی الآمال ج 1 ص 303، سخنان حسین بن علی از مدینہ تا کربلا ، آیت اللہ محمد صادق نجمی

5 -الارشاد ص 381 ، منتهی الآمال ج 1 ص 306، مروج الذهب ج 3 ص 54 ، وقائع عاشوره ج 201 ، انساب الاشراف ج 2 ص 104 ، تاریخ الامم والملوک ج 5 ص 355، الاخبار الطوال ص231 ،مروج الذہب ج۳ ص۴۹،تاریخ طبری ج۵ ص ۳۵۵ ،مناقب آل ابی طالب ج۳ ص۲۴۲ ،الفتوح ج۵ ص۴۰ ،البدایۃ والنہایہ ج۸ ص۱۶۳ ،الطبقات الکبری ج۴ ص 31

6 - مسلم بن عقیل ص 104 ، الامامة و السیاسة ج 2 ص 8 ، نهضت امام حسین ص 135، تاریخ قیام و مقتل جامع سید الشهدا ج 1 ص 588

7 -الامامة و السیاسة ج 2 ص 84 ، تاریخ قیام و مقتل جامع سید الشهدا ج 1 ص 512

8 -تاریخ طبری ج۵ ص۳۷۱، مناقب آل ابی طالب ج۳ ص 243

9 -مروج الذہب، ج۳، ص۵۵،تاریخ طبری ج۵ ص۳۷۱،مناقب آل ابی طالب ج۳ ص۲۴۴ ،البدایۃ والنہایہ ج۸ ص۱۶۶

10 -الفتوح ج۵ ص57 ، تاریخ طبری ج۵ ص۳۷۶

11 -مروج الذہب ج۳ ص۵۵، الفتوح ج۵ ص۶۲، انساب الاشراف ج۳ ص 168،العقد الفرید ج۵ ص 128 ، الکامل فی التاریخ ج۴ ص 42 ، الفتوح ج۵ ص64 ، تاریخ طبری ج۵ ص۳۹۷

12 -دائرۃ المعارف تشیع ج 1 ص111

قوموں کی تنزلی اور ترقی کے اسباب

عالیجناب ڈاکٹر سید فتح محمد زیدی صاحب قبلہ

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۗ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ ۚ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَالٍ" (سورة الرعد: 11)

فطرت بشری کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر اس چیز کا انتخاب کرے جو سب سے ارفع و اعلی ہو جو اپنی نظیر آپ ہی ہو یعنی رہنے کے لئے بہترین بنگلہ، کھانے کے لیے بہترین غذا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے بہترین حمل و نقل کے وسائل موجود ہوں جو جلدی سے اور کسی کے اختیار میں نہ ہوں ایسے ملک کا مکین ہو جس کی نظیر دنیا میں اس کے علاؤہ اور کوئی نہ ہو اور اس ملک کے جس شہر کو مسکن قرار دے وہ سب سے اعلی اور اس شہر کے جس محلہ کو منتخب کرے وہ اس شہر کے مابقی محلوں سے ہر اعتبار سے بے نظیر ہو اور جس قوم قبیلہ اور عشیرہ کی فرد ہو وہ ترقی کی آخری منزل پر موجزن ہو مگر سوال اس بات کا ہے کہ یہ منزل معراج کسبی ہے یا خدا دادی؟

اس کے علاؤہ یہ سوالات بھی ذھن انسانی میں پیدا ہوتے رہتے ہیں کہ یہ ارفع و ارجھیت کا تاج کس قوم و قبیلہ اور فرد کے سر کی زینت بنتا ہے؟ یا یہ ترقی کا سہرا کن سروں پر سجایا جاتا ہے؟ ہم اس دنیا میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ سرافرازی کچھ سروں کا مقدر بنی ہوئی ہے اور کچھ سر اس سعادت سے محروم رہتے ہیں باالآخر جن سروں کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے اس کے علل و اسباب کیا ہیں؟ اور جو سر اس سعادت سے محروم رہتے ہیں اسکے علل و اسباب کیا ہیں؟ اور کیا جو سر اس نعمت سے محروم یا سرافراز کردیئے گئے تو ان کی یہ سرافرازی و یا محرومی مؤقت ہے یا دائمی ہے؟ یعنی جس سر کو نعمت سر بلندی سے ہمکنار کر دیا گیا وہ سر پھر کبھی اس نعمت سے محروم نہی ہو سکتا اور جس کے سر کے مقدر میں محرومی لکھ دی گئی وہ سر کبھی اس سعادت سے ہمکنار نہی ہو سکتا! اس محرومی اور سعادت میں سنت الٰہیہ کا کتنا عمل و دخل ہے انہی سوالات کے جوابات کے حصول کے لیئے یہ مختصر مضمون قارئین کی پیش خدمت ہے

اس آیت مبارکہ میں قوموں کے عروج و زوال اور انسانی ترقی و تنزلی کے متعلق ایک اہم سنت الٰہی بیان کی گئی ہے۔ اس آیت کا بنیادی مفہوم یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنے اندر تبدیلی نہ لائے۔ اس آیت کی روشنی میں قوموں کے عروج و زوال کے اسباب اور سنت الٰہیہ کا انسانی ترقی و تنزلی میں کیا کردار ہے تحقیق کا محور قرار دیئے گئے ہیں۔

قوموں کے عروج و زوال کے اسباب:

شب و روز انسان کی جد و جہد یہی ہے کہ وہ اور اسکی قوم بلندی کی اس منزل معراج تک پہونچے جہاں تک پہونچنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نا ہو یعنی بلندی کے اس نقطہء عروج کا مکین ہو جہاں پر پہونچنا ہر کسی کے لیے آسان ہی نہی بلکہ ناممکن ہو

یہ آیت واضح طور پر بتاتی ہے کہ قوموں کا عروج و زوال کسی بیرونی یا اتفاقی امر پر منحصر نہیں ہوتا، بلکہ اس کا براہ راست تعلق خود اس قوم کے افراد کے اعمال، خیالات اور رویوں سے ہوتا ہے۔

اندرونی تبدیلی بنیادی شرط:

کسی بھی قوم کی حالت میں تبدیلی اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ اسکے اندر حقیقی تبدیلی نہ ہوئی ہو اور حقیقی تبدیلی کے لئے لازم و ضروری ہے کہ اس قوم کے افراد اپنی سوچ، کردار اور عمل کو بدلیں۔ البتہ یہ تبدیلی مثبت بھی ہو سکتی ہے اور منفی بھی کہ دونوں کے نتائج مختلف ہیں۔

اندرونی تبدیلی کے بنیادی شرائط :

اندرونی تبدیلی کے بنیادی شرائط وہ اساسی عناصر ہیں جن پر کسی فرد یا قوم کی حقیقی اور پائیدار تبدیلی کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ یہ شرائط محض ظاہری رویوں یا سطحی اقدامات تک محدود نہیں ہوتیں، بلکہ انسان کے دل و دماغ اور روح کی گہرائیوں تک اثر انداز ہوتی ہیں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں اندرونی تبدیلی کے چند بنیادی شرائط درج ذیل ہیں:

شعوری بیداری اور معرفت:

شعوری بیداری اور معرفت ہر کسی میں یونہی پیدا نہی ہوتی بلکہ یہ ایک تدریجی عمل ہے جو مختلف ذرائع اور کوششوں کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ اچانک رونما نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے مسلسل توجہ، غور و فکر اور سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یعنی اس کے حصول کے لیئے لازم و ضروری ہے کہ انسان مقدمات شعور اور معرفت کو اپنے اندر پیدا کرے تا کہ اس بیش قیمت صفت سے اپنے آپ کو مزین کر سکے لہذا اس قیمتی صفت کے پیدا ہونے کے چند اہم طریقے درجہ ذیل ہیں:

خودآگاہی : شعور کی بیداری اور معرفت کے حصول کے لیئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ انسان اپنے آپ سے بخوبی واقف ہو یعنی اپنے حالات، اپنی کمزوریوں، اپنی خوبیوں اور اپنے مقاصد سے بخوبی واقف ہو۔ اسے یہ ادراک ہونا چاہیے کہ وہ کس حالت میں ہے اور وہ کس تبدیلی کا خواہاں ہے۔

حق کی پہچان : شعوری بیداری اور حصول معرفت کی دوسری بنیادی شرط یہ ہے کہ انسان کو حق اور باطل، خیر اور شر میں تمیز کرنے کی صلاحیت حاصل ہونی چاہیے۔ اسے یہ جاننا چاہیے کہ اللہ کی رضا کیا ہے اور اس کی ناراضگی کن اعمال سے ہوتی ہے اور یہ معرفت علم اور فہم سے حاصل ہوتی ہے یعنی جس کا علم و فہم جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی وہ شعوری طور پر بیدار اور معرفت کی منزل میں آگے ہوگا۔ لہذا وہ عناصر جو حق کی پہچان کا ذریعہ بنتے ہیں وہ درجِہ ذیل ہیں

علم کا حصول: حق کی شناخت کے لیے جو چیزیں لازم و ضروری ہیں ان میں سر فہرست جس چیز کا نام آتا ہے وہ علم ہے اور علم واقعی جن چیزوں سے حاصل ہوتا ہے اسی کا نام کتاب و سنت ہے اسلیے کہ علم حقیقی کے لئے منابع حقیقی یہی ہیں لہذا اگر کوئی شخص علم حقیقی کا طلبگار ہے تو اسکو چاہیے منابع حقیقی میں جستجو کرے۔

قرآن مجید میں تدبر: قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جو ہدایت اور معرفت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اس کو سمجھ کر پڑھنا، اس کی آیات پر غور کرنا اور ان سے نصیحت حاصل کرنا شعوری بیداری اور معرفت کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

سنت نبوی کا مطالعہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، آپ کے اقوال (احادیث) اور آپ کے اعمال (سنت) ہمارے لیے بہترین نمونہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ ان کا مطالعہ ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور زندگی گزارنے کا طریقہ سکھاتا ہے۔ ان دو منابع کے علاؤہ معرفت دھی آگاھی بخشی کے دوسرے منابع بھی موجود ہیں جن کی بنیاد پر علم و معرفت اور شعور و آگھی میں اِضافہ کیا جا سکتا ہے جو کہ درجہ ذیل ہیں:

معتبر علماء سے رہنمائی :

علماء دین اور فہیم لوگوں سے علم حاصل کرنا، ان کی صحبت اختیار کرنا اور ان سے سوالات پوچھنا معرفت کے حصول میں مددگار ہوتا ہے۔

غور و فکر اور تدبر:

علم وآگاھی اور معرفت بخشی کا ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ انسان کائنات میں جو اشیاء موجود ہیں ان میں غور وفکر کرے چونکہ خدا وند کریم نے اس کائنات میں اپنی قدرت کی بے شمار نشانیاں رکھی ہیں۔ ان نشانیوں پر غور کرنا، ان کی تخلیق کے مقصد کو سمجھنے کی کوشش کرنا اور اللہ کی عظمت کو محسوس کرنا شعوری بیداری کا باعث بنتا ہے۔

اپنی ذات پر غور کرنا: معرفت بخشی کے اہم اصولوں میں سے سب سے اہم اصل یہ بھی ہے کہ انسان اپنی ذات کے متعلق غورو خوض کرے یہی وجہ ہے امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:(من عرف نفسہ فقد عرف ربہ) حصول معرفت کے لئۓ ضروری ہے انسان پہلے اپنی ذات کا عرفان حاصل کرے یعنی انسان اپنی تخلیق، اپنی صلاحیتوں، اپنی کمزوریوں اور اپنی زندگی کے مقصد پر غور کر کے خود شناسی حاصل کر سکتا ہے، جو معرفت الٰہی کی طرف پہلا قدم ہے۔

تاریخ سے عبرت حاصل کرنا: شعوری بیداری اور معرفت بخشی کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ انسان گزشتہ اقوام کے حالات، ان کے عروج و زوال کے اسباب پر غور وفکرکرے اور ان سے سبق حاصل کرے جس کا نتیجہ شعوری بیداری اور بصیرت عطا کرتا ہے۔

تجربہ اور مشاہدہ: زندگی کے تجربات سے سیکھنا یعنی زندگی میں پیش آنے والے اچھے اور برے واقعات سے سبق حاصل کرنا، ان پر غور کرنا اور ان سے حکمت سیکھنا شعوری بیداری میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

دوسروں کے حالات کا مشاہدہ کرنا: اپنے ارد گرد کے لوگوں کے حالات، ان کی خوشی اور غم، ان کی کامیابی اور ناکامی کا مشاہدہ کرنا اور ان سے نصیحت حاصل کرنا بھی شعوری بیداری کا ذریعہ بنتا ہے۔

دل کی صفائی اور تزکیہ نفس: گناہوں سے اجتناب صفاء دل کا سبب بنتا ہے یعنی گناہ دل پر زنگ کا کام کرتا ہے جس طرح زنگ لوہے کو پہلے کمزور بناتا ہے اور رفتہ رفتہ نیستی سے ہمکنار کردیتا ہے اسی طرح گناہ پہلے بصیرت کو کمزور کرتا ہے اسکے بعد رفتہ رفتہ نیستی سے ہمکنار کردیتا ہے۔ گناہوں سے بچنا اور توبہ و استغفار کے ذریعے دل کو صاف رکھنا معرفت کے حصول کے لیے ضروری ہے۔

عبادات میں خشوع و خضوع: عبادات کو محض رسم سمجھ کر ادا کرنے کی بجائے ان میں دل لگانا، ان کے معانی پر غور کرنا اور اللہ سے لو لگانا شعوری بیداری اور روحانی ترقی کا باعث بنتا ہے۔

ذکر و اذکار: اللہ کا کثرت سے ذکر کرنا، تسبیح و تہلیل کرنا دل کو نورانیت بخشتا ہے اور معرفت کی راہ ہموار کرتا ہے۔

دعا اور اللہ سے لو لگانا: اللہ سے ہدایت طلب کرنا یعنی اپنی جہالت اور کمزوری کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ سے ہدایت، علم اور معرفت کی دعا کرنا ایک شعوری بیداری اور معرفت بخشی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

تضرع و زاری: عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ کے حضور گڑگڑانا اور اپنی روحانی پیاس بجھانے کی التجا کرنا شعوری بیداری کے حصول میں مددگار ہوتا ہے۔

نیک صحبت اختیار کرنا: صالحین کی صحبت اختیار کرنا یعنی نیک اور اللہ والے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا دل کو روشن کرتا ہے، علم میں اضافہ کرتا ہے اور اچھے اعمال کی ترغیب دیتا ہے۔ ان کی باتوں سے حکمت اور معرفت حاصل ہوتی ہے۔

شعوری بیداری اور معرفت ایک ایسا سفر ہے جو زندگی بھر جاری رہتا ہے۔ اس کے لیے مسلسل کوشش، طلب صادق اور اللہ کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب انسان ان ذرائع کو اختیار کرتا ہے اور سچے دل سے کوشش کرتا ہے تو اللہ اس کے دل کے دروازے کھول دیتا ہے اور اسے حق کی پہچان اور اپنی معرفت عطا فرماتا ہے۔

سچا ارادہ اور پختہ عزم: کسی قوم یا انسان کی سربلندی کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ارادوں میں سچائی اور استحکام پایا جاتا ہو ارادہ کی سچائی کے لیے جو چیز بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے اور اسکا ہونا بہت ضروری ہے اسکا نام ہے نیت کا خالص ہونا چونکہ تبدیلی کا ارادہ خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے ہونا چاہیے۔ اس میں کسی قسم کی دنیاوی غرض، ریاکاری یا دکھلاوا شامل نہیں ہونا چاہیے اور اسکے ساتھ ساتھ دوسری چیز جسکا ہونا بھی بہت زیادہ ضروری ہے وہ مضبوط عزم، تبدیلی کے لیے ایک مضبوط اور اٹل عزم کی ضرورت ہوتی ہے۔ مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود اپنے ارادے پر قائم رہنا اور مایوس نہ ہونا ضروری ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ سچے ارادہ اور پختہ عزم کے لئے کن چیزوں کا ہونا ضروری ہے؟ تاکہ انسان اس کو اپنا کر منزل معراج تک پہونچ جائے۔

سچے ارادہ اور پختہ عزم کے لیے چند بنیادی چیزوں کا ہونا ضروری ہے، جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور مل کر ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتے ہیں:

مقصد اور نصب العین کا واضح ہونا: ہدف اور نصب العین کے صاف و شفاف یونے مین چید چیزیں بہت زیادہ دخیل ہیں جن کو اپنانے بنا ہدف و نصب العین کی شفافیت ممکن نہی ہے کہ وہ چیزیں قابل ذکر ہیں

معین ہدف: سب سے پہلے انسان کے سامنے ایک واضح اور متعین مقصد ہونا چاہیے۔ وہ کیا تبدیلی لانا چاہتا ہے، کس منزل تک پہنچنا چاہتا ہے؟ جب تک منزل واضح نہ ہو، راستے کا تعین اور اس پر ثابت قدم رہنا مشکل ہوتا ہے۔

اہمیت کا احساس: یعنی وہ مقصد انسان کے لیے اہم اور بامعنی ہونا چاہیے۔ اسے اس مقصد کی قدر و قیمت کا احساس ہونا چاہیے اور یہ اس کی گہری خواہش اور ضرورت کے مطابق ہونا چاہیے۔

مضبوط یقین اور ایمان:

مقصد پر یقین: انسان کو اپنے مقصد کی صداقت اور اس کے حصول کی ممکنیت پر پختہ یقین ہونا چاہیے۔ اگر شک اور تذبذب ہوگا تو ارادہ کمزور پڑ جائے گا۔

اللہ پر ایمان (اگر دینی مقصد ہو) اگر مقصد دینی یا اخلاقی نوعیت کا ہے، تو اللہ کی مدد و نصرت پر کامل ایمان رکھنا ضروری ہے۔ یہ یقین انسان کو مشکلات کا سامنا کرنے اور ثابت قدم رہنے کی قوت بخشتا ہے۔

گہری خواہش اور جذبہ: یعنی انسان کے اندر شدید رغبت ہوچونکہ مقصد کے حصول کے لیے دل میں ایک گہری خواہش اور تڑپ ہونی چاہیے۔ یہ محض ایک سطحی خواہش نہیں ہونی چاہیے، بلکہ ایک ایسا جذبہ ہونا چاہیے جو انسان کو عمل کرنے پر مجبور کرے۔

قوت محرکہ: یہ خواہش اور جذبہ ایک اندرونی قوت محرکہ کا کام کرتا ہے جو انسان کو مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود آگے بڑھنے کی ہمت دیتا ہے۔

واضح منصوبہ بندی اور حکمت عملی:

قابل عمل اقدامات: مقصد کے حصول کے لیے ایک واضح اور قابل عمل منصوبہ بندی ہونی چاہیے۔ چھوٹے چھوٹے اہداف متعین کرنے اور ان تک پہنچنے کے لیے حکمت عملی وضع کرنے سے ارادے کو عملی جامہ پہنانا آسان ہو جاتا ہے۔

راستے کی سمجھ: مقصد تک پہنچنے کے راستے اور اس میں آنے والی ممکنہ رکاوٹوں کا ادراک ہونا چاہیے۔ اس سے انسان پہلے سے تیار رہتا ہے اور مایوسی سے بچتا ہے۔

نفسیاتی تیاری اور قوت ارادی:

ذہنی آمادگی: تبدیلی کے عمل میں پیش آنے والی مشکلات، قربانیوں اور صبر آزما لمحات کے لیے ذہنی طور پر تیار رہنا ضروری ہے۔

ضبط نفس: اپنی خواہشات اور نفسانی تقاضوں پر قابو رکھنا اور مقصد کے راستے میں آنے والی عارضی لذتوں سے بچنا پختہ عزم کے لیے اہم ہے۔

مثبت سوچ: حالات کیسے بھی ہوں، مثبت انداز فکر اپنانا اور کامیابی پر یقین رکھنا قوت ارادی کو مضبوط کرتا ہے۔

اللہ کی توفیق اور مدد کی طلب:

دعا اور استعانت: سچے ارادے اور پختہ عزم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق کی اشد ضرورت ہے۔ اس لیے مسلسل دعا کرتے رہنا اور اسی سے مدد طلب کرنا چاہیے۔

جب یہ تمام عناصر کسی شخص میں موجود ہوں تو اس کا ارادہ سچا اور عزم پختہ ہوتا ہے، اور وہ اپنی منزل کی طرف ثابت قدمی سے گامزن رہتا ہے۔

عملی جدوجہد اور مجاہدہ:

کردار کی اصلاح: صرف ارادہ کافی نہیں، بلکہ اپنے اخلاق، عادات اور رویوں کو بدلنے کے لیے عملی جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔ بری عادتوں کو ترک کرنا اور اچھی صفات کو اپنانا ضروری ہے۔

اعمال صالحہ : اپنی زندگی کو اللہ کے احکامات کے مطابق ڈھالنا، عبادات کو صحیح طریقے سے انجام دینا، اور نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اندرونی تبدیلی کا لازمی حصہ ہے۔

نفس کا تزکیہ: اپنے دل کو حسد، کینہ، بغض اور دیگر روحانی بیماریوں سے پاک کرنا اور اس میں صبر، شکر، توکل اور محبت الٰہی جیسی صفات پیدا کرنا ضروری ہے۔

یہاں پر ایک مہم سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ عملی جد و جہد اور مجاہدے کا سنت الٰہی سے کیا رابطہ ہے اور عملی جد و جہد اور مجاہدہ کے اہم اصول کیا ہیں؟

عملی جد و جہد اور مجاہدہ کا سنت الٰہی سے گہرا اور براہ راست رابطہ ہے۔ سنت الٰہی کا ایک بنیادی پہلو یہ ہے کہ اللہ کسی بھی فرد یا قوم کے مقصد کے حصول کے لیے اس قوم یا فرد کے محض زبانی دعوؤں یا خیالی پلاؤ بنانے کو کافی نہیں جانتا، بلکہ اس قوم یا فرد کے لیے عملی کاوشوں اور جد و جہد کو لازمی قرار دیتا ہے۔

عملی جد و جہد اور مجاہدہ کا سنت الٰہی سے رابطہ:

قانون اسباب : سنت الٰہی یہ ہے کہ ہر چیز اپنے اسباب کے تحت وجود میں آتی ہے۔ اگر کوئی شخص رزق چاہتا ہے تو اسے محنت کرنی پڑے گی، اگر کوئی علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے پڑھنا پڑے گا، اور اگر کوئی روحانی ترقی چاہتا ہے تو اسے مجاہدہ کرنا پڑے گا۔ عملی جد و جہد اسباب کے دائرے میں داخل ہوتی ہے اور مطلوبہ نتائج کے حصول کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عملی جد وجہد کے لیے اللہ نے کچھ اصول مرتب کئے ہیں تاکہ خداوند کریم انسان یا کسی قوم کی کاوشوں کو دیکھ کر اسی کے اعتبار سے نتائج برآمد کرے۔

امتحان اور آزمائش: اللہ انسانوں کو مختلف طریقوں سے آزماتا ہے، اور عملی جد و جہد بھی ان آزمائشوں میں سے ایک ہے۔ جو لوگ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے سچی کوشش کرتے ہیں اور مشکلات کا صبر سے مقابلہ کرتے ہیں، وہ اس امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں۔

تزکیہ نفس: مجاہدہ نفس انسان کو اپنی خواہشات پر قابو پانے، بری عادات کو ترک کرنے اور اچھی صفات اپنانے میں مدد دیتا ہے۔ یہ تزکیہ نفس سنت الٰہی کے مطابق روحانی ترقی کے لیے ایک لازمی عمل ہے۔

اللہ کی مدد مشروط: اللہ کی مدد ان لوگوں کے شامل حال ہوتی ہے جو خود اپنی مدد کرتے ہیں اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ نے ارشاد فرمایا ہے: "إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ" (الرعد: 11)، یعنی "بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل لیں۔" اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ تبدیلی کے لیے اندرونی کوشش اور عملی جد و جہد بنیادی شرط ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ: تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی دعوت کو پھیلانے اور اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے عملی جد و جہد اور سخت مجاہدہ کیا۔ ان کی زندگی ہمارے لیے اس سنت الٰہی کا بہترین نمونہ ہے۔

عملی جد و جہد اور مجاہدہ کے اہم اصول:

اخلاص: ہر عمل کا بنیادی اصول اخلاص ہے، یعنی وہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔ اگر جد و جہد میں ریاکاری یا دنیاوی غرض شامل ہو تو وہ بے اثر ہو جاتی ہے۔

شرعی حدود کی پابندی: جد و جہد اور مجاہدہ کے دوران شرعی حدود کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ کسی بھی جائز مقصد کے حصول کے لیے ناجائز طریقے اختیار کرنا سنت الٰہی کے خلاف ہے۔

استقامت: راہ حق میں مشکلات اور آزمائشیں آتی رہتی ہیں۔ ان حالات میں ثابت قدم رہنا اور اپنی کوشش جاری رکھنا کامیابی کی کلید ہے۔

حکمت اور تدبر: عملی جد و جہد میں حکمت اور تدبر سے کام لینا ضروری ہے۔ بغیر سوچے سمجھے اور غیر منصوبہ بند طریقے سے کی جانے والی کوششیں اکثر بے نتیجہ ثابت ہوتی ہیں۔

صبر و تحمل: کسی بھی مقصد کے حصول میں وقت لگتا ہے اور مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔ ان حالات میں صبر و تحمل سے کام لینا اور مایوس نہ ہونا ضروری ہے۔

توازن: زندگی کے تمام پہلوؤں میں توازن برقرار رکھنا ضروری ہے۔ صرف ایک پہلو پر توجہ مرکوز رکھنا اور دوسرے پہلوؤں کو نظر انداز کرنا درست نہیں۔

اللہ پر توکل: اپنی تمام تر کوششوں کے بعد نتائج کو اللہ پر چھوڑ دینا اور اس پر بھروسہ رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔

مسلسل سیکھنا اور بہتر بنانا: اپنی جد و جہد کے دوران اپنی غلطیوں سے سیکھنا اور اپنی کوششوں کو بہتر بنانے کے لیے تیار رہنا ترقی کی علامت ہے۔

عملی جد و جہد اور مجاہدہ سنت الٰہی کا ایک لازمی جزو ہے اور اس کے حصول کے لیے اخلاص، استقامت، حکمت اور اللہ پر توکل جیسے اصولوں کو اپنانا ضروری ہے۔ جو لوگ ان اصولوں کے مطابق کوشش کرتے ہیں، اللہ ان کی مدد فرماتا ہے اور انہیں ان کے مقاصد میں کامیابی عطا کرتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ قرآن میں صبر و تحمل اور خدا پر توکل کے کیا معنی ہیں؟ کیا صبر اور تحمل اور توکل کا مطلب ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا نہی ہے درحالہکہ یہ سنت الٰہی کے خلاف ہے؟

قرآن مجید میں صبر و تحمل اور خدا پر توکل دو ایسے اہم قرآنی مفاہیم ہیں جن کی اسلام میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، اور یہ ایمان کا لازمی جزو ہیں۔ ان کے معنی اور مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے تاکہ ان پر صحیح طریقے سے عمل کیا جا سکے۔

قرآن میں صبر و تحمل کے معنی: قرآن مجید میں صبر کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے، لیکن اس کا بنیادی مفہوم نفس کو ناپسندیدہ چیزوں پر روکنا اور برداشت کرنا ہے۔ اس میں تین اہم پہلو شامل ہیں:

اللہ کے احکامات پر صبر: یعنی اللہ کے احکامات کی بجا آوری میں مشقت اور تکلیف برداشت کرنا، جیسے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، زکوٰۃ دینا اور حج کرنا۔ اس میں نفس کی خواہشات کو قربان کرنا شامل ہے۔

مصیبتوں پر صبر: زندگی میں آنے والی آزمائشوں، بیماریوں، نقصانات اور تکلیفوں پر جزع فزع کیے بغیر اللہ کی رضا پر راضی رہنا اور ان پر صبر کرنا۔ یہ یقین رکھنا کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے اور اس میں کوئی حکمت پوشیدہ ہے۔

گناہوں سے صبر: یعنی نفس کی برائی کی طرف مائل ہونے والی خواہشات کو روکنا اور گناہوں سے بچنا۔ یہ نفس کے خلاف ایک مسلسل مجاہدہ ہے۔

تحمل کا لفظ صبر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، لیکن اس میں وسعت قلبی اور برداشت کا مفہوم زیادہ نمایاں ہے۔ یعنی لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی ایذا رسانی، برے سلوک اور تلخ باتوں کو برداشت کرنا اور غصہ کو پی جانا۔

قرآن میں خدا پر توکل کے معنی: توکل کا لغوی معنی بھروسہ کرنا، اعتماد کرنا اور کسی پر تکیہ کرنا ہے۔ اسلامی اصطلاح میں توکل سے مراد تمام ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد اپنے تمام معاملات میں اللہ پر مکمل بھروسہ کرنا اور یہ یقین رکھنا ہے کہ وہی حتمی کارساز ہے۔ اس میں یہ عقیدہ شامل ہے کہ نفع و نقصان، عزت و ذلت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔

کیا صبر، تحمل اور توکل کا مطلب ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا ہے؟

ہرگز نہیں! صبر، تحمل اور توکل کا یہ مطلب قطعی طور پر نہیں ہے کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور کسی قسم کی کوشش اور جد و جہد نکرے جو کہ سنت الٰہی کے صریحاً خلاف ہے۔

سنت الٰہی کوشش اور عمل کا تقاضا کرتی ہے: اللہ نے انسان کو عقل، شعور اور قوت عطا کی ہے تاکہ وہ اس دنیا میں جد و جہد کرے، اپنے رزق کی تلاش کرے، علم حاصل کرے، برائی کو دور کرے اور نیکی کو پھیلائے۔ قرآن مجید اور سنت نبوی میں بار بار عمل کرنے، محنت کرنے اور کوشش کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

توکل اسباب کو ترک کرنے کا نام نہیں: توکل کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ انسان تمام جائز اور ممکنہ اسباب کو اختیار کرے، اپنی پوری صلاحیت اور کوشش صرف کرے، اور پھر نتائج کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے۔ یہ یقین رکھے کہ اگرچہ اس نے اپنی پوری کوشش کی ہے، لیکن حتمی کامیابی یا ناکامی اللہ کے حکم سے ہی ہوگی۔

صبر عمل کے منافی نہیں: صبر کا مطلب مصیبت پر خاموش بیٹھ جانا نہیں ہے، بلکہ اس مصیبت کو اللہ کی رضا سمجھ کر برداشت کرنا اور اس کے حل کے لیے جائز طریقے سے کوشش جاری رکھنا ہے۔ بیماری پر صبر کرنے کا مطلب علاج نہ کروانا نہیں، بلکہ علاج کروانے کے ساتھ ساتھ اللہ پر بھروسہ رکھنا اور اس کی رضا پر راضی رہنا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا طرز عمل: انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی زندگیوں میں سخت محنت اور جد و جہد کی اور ساتھ ہی اللہ پر کامل توکل کیا۔ انہوں نے کبھی بھی محض توکل کے نام پر کوشش ترک نہیں کی۔

لہذا صبر و تحمل کا مطلب مصیبتوں کو اللہ کی رضا سمجھ کر برداشت کرنا اور گناہوں سے بچنا ہے، جبکہ خدا پر توکل کا مطلب تمام جائز اسباب اختیار کرنے کے بعد نتائج کو اللہ پر چھوڑ دینا اور اس پر مکمل بھروسہ کرنا ہے۔ ان دونوں کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور کوشش و عمل ترک کر دے۔ یہ سنت الٰہی کے خلاف ہے۔ بلکہ صبر، تحمل اور توکل کے ساتھ عملی جد و جہد کرنا ہی ایک مومن کا شیوہ ہے

مسلسل کوشش اور استقامت:

لگاتار محنت : اندرونی تبدیلی ایک دفعہ کا عمل نہیں، بلکہ یہ ایک مسلسل جدوجہد ہے۔ انسان کو اپنی اصلاح کے لیے ہمیشہ کوشاں رہنا چاہیے۔

استقامت : راہ حق پر ثابت قدم رہنا اور تبدیلی کے عمل میں پے در پے آنے والی آزمائشوں کا ثابت قدمی سے مقابلہ کرنا ضروری ہے۔

ماحول اور صحبت کا اثر:

نیک صحبت : نیک اور صالح لوگوں کی صحبت اختیار کرنا تبدیلی کے عمل میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ان سے اچھی باتیں سیکھنے اور نیک اعمال میں تعاون کرنے کا موقع ملتا ہے۔

برے ماحول سے دوری: برے اور گمراہ کن ماحول سے دور رہنا ضروری ہے کیونکہ یہ تبدیلی کے عمل میں رکاوٹیں پیدا کر سکتا ہے۔

ان بنیادی شرائط پر عمل پیرا ہو کر ایک فرد یا قوم اپنے اندر حقیقی اور پائیدار تبدیلی لا سکتی ہے، جس کے نتیجے میں اسے دنیا اور آخرت میں فلاح و کامرانی نصیب ہو سکتی ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ جو قوم اپنے اندر تبدیلی لاتی ہے، اللہ بھی اس کی حالت بدل دیتا ہے۔

مثبت تبدیلی عروج کا باعث :

جب کوئی قوم اپنے عقائد، اخلاق، معاملات اور اجتماعی رویوں میں مثبت تبدیلی لاتی ہے، عدل و انصاف قائم کرتی ہے، علم و حکمت کو اپناتی ہے، محنت اور جدوجہد کرتی ہے، اور اللہ کی اطاعت گزاری اختیار کرتی ہے، تو اللہ اس قوم کو ترقی، خوشحالی اور عروج عطا فرماتا ہے۔

انسان کی ترقی مثبت تبدیلیوں میں پوشیدہ ہے مگر سوال یہ ہے کہ مثبت تبدیلی سے کیا مراد ہے؟

مثبت تبدیلی سے مراد وہ جوہری اور باطنی اصلاحات ہیں جو کسی فرد یا قوم کو بہتر، ترقی یافتہ اور فلاح و بہبود کی جانب گامزن کرتی ہیں۔ یہ تبدیلیاں صرف ظاہری رویوں یا سطحی اقدامات تک محدود نہیں ہوتیں، بلکہ انسان کے سوچنے، محسوس کرنے، عمل کرنے اور دوسروں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے انداز میں گہرا اور تعمیری کردار ادا کرتی ہیں۔

مثبت تبدیلیوں کے چند اہم پہلو:

فکری اور ذہنی تبدیلی:

مثبت سوچ: منفی اور مایوس کن خیالات کی بجائے امید افزا اور تعمیری سوچ اپنانا۔

علم اور بصیرت میں اضافہ: جہالت اور لاعلمی سے نکل کر علم حاصل کرنا اور حقائق کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔

تخلیقی صلاحیتوں کا اجاگر ہونا: نئے خیالات پیدا کرنے اور مسائل کے حل تلاش کرنے کی قابلیت بڑھانا۔

تنقیدی فکر: چیزوں کو بغیر کسی تعصب کے جانچنے اور درست نتیجے پر پہنچنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔

اخلاقی اور روحانی تبدیلی:

کردار کی اصلاح: جھوٹ، فریب، حسد، کینہ اور دیگر بری صفات سے چھٹکارا حاصل کر کے سچائی، امانت داری، رحم دلی اور ایثار جیسی اچھی صفات اپنانا۔

روحانی ترقی: اللہ سے تعلق مضبوط کرنا، عبادات میں خشوع و خضوع پیدا کرنا اور تقویٰ اختیار کرنا۔

نفس کا تزکیہ: اپنی خواہشات اور نفسانی تقاضوں کو قابو میں رکھنا اور روحانی پاکیزگی حاصل کرنا۔

سماجی اور معاشرتی تبدیلی:

بہتر تعلقات: دوسروں کے ساتھ احترام، محبت اور انصاف پر مبنی تعلقات قائم کرنا۔

ذمہ داری کا احساس: اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ اپنی سماجی اور معاشرتی ذمہ داریوں کو بھی سمجھنا اور انہیں ادا کرنا۔

تعاون اور ہمدردی: دوسروں کی مدد کرنا، ان کے دکھ درد میں شریک ہونا اور اجتماعی بھلائی کے لیے کام کرنا۔

عدل و انصاف کا قیام: معاشرے میں عدل و انصاف کی پاسداری کرنا اور ظلم و ناانصافی کے خلاف آواز اٹھانا۔

عملی اور رویے کی تبدیلی:

بہتر عادات: بری عادات کو ترک کر کے صحت مند اور مفید عادات اپنانا۔

وقت کی قدر: وقت کو صحیح اور موثر طریقے سے استعمال کرنا۔

محنت اور جدوجہد: اپنے مقاصد کے حصول کے لیے لگن اور محنت سے کام کرنا۔

نظم و ضبط: اپنی زندگی اور کاموں میں باقاعدگی اور تنظیم لانا۔

جذباتی تبدیلی:

جذبات پر قابو: غصہ، خوف اور حسد جیسے منفی جذبات کو کنٹرول کرنا اور صبر، شکر اور اطمینان جیسی مثبت کیفیات کو اپنانا۔

ہمدردی اور شفقت: دوسروں کے جذبات کو سمجھنا اور ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا۔

مختصراً، مثبت تبدیلی ایک ہمہ جہت عمل ہے جو انسان کے اندرونی اور بیرونی دونوں پہلوؤں کو شامل کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا سفر ہے جس میں انسان اپنی ذات، اپنے کردار، اپنے رویوں اور اپنے معاشرے کو بہتر بنانے کی مسلسل کوشش کرتا ہے۔ یہی مثبت تبدیلیاں درحقیقت انسان کی حقیقی ترقی اور خوشحالی کی بنیاد بنتی ہیں۔

منفی تبدیلی زوال کا سبب: اس کے برعکس، جب کوئی قوم برائیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے، ظلم و ناانصافی کو اپنا مشغلہ بنالیتی ہے، اخلاقی پستی کا شکار ہو جاتی ہے، علم سے دوری اختیار کر لیتی ہے، اور اللہ کی نافرمانی کرنے لگتی ہے، تو اللہ اس قوم سے اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے اور وہ زوال و پستی کی طرف گامزن ہو جاتی ہے۔

انسان کی تنزلی اسکی منفی تبدیلیوں میں پوشیدہ ہے اسکا مطلب کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی فرد یا قوم میں منفی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، تو وہ زوال، پستی اور بدحالی کی طرف گامزن ہو جاتے ہیں۔ یہ منفی تبدیلیاں زندگی کے مختلف پہلوؤں کو متاثر کرتی ہیں اور انسان کو اس کی اصل فطرت اور اعلیٰ مقاصد سے دور لے جاتی ہیں۔

وہ عوامل جن کی بنیاد پر کوئی قوم یا انسان تنزلی کا شکار ہو جاتی ہے:

فکری اور ذہنی تنزلی:

منفی سوچ: مثبت اور تعمیری سوچ کی جگہ مایوسی، بدگمانی اور حسد جیسے منفی خیالات کا غلبہ ہو جانا۔

جہالت اور لاعلمی میں اضافہ: علم سے دوری اختیار کرنا، حقائق کو نہ سمجھنا اور غلط فہمیوں کا شکار ہونا۔

تخلیقی صلاحیتوں کا زوال: نئے خیالات پیدا کرنے اور مسائل کے حل تلاش کرنے کی صلاحیت کمزور پڑ جانا۔

تعصب اور تنگ نظری: کھلے ذہن کی بجائے تنگ نظری اور اپنے خیالات پر اصرار کرنا، دوسروں کی رائے کا احترام نہ کرنا۔

اخلاقی اور روحانی تنزلی:

کردار کی پستی: سچائی، امانت داری، رحم دلی اور ایثار جیسی اچھی صفات کی جگہ جھوٹ، فریب، لالچ، ظلم اور خود غرضی جیسی بری صفات کا غلبہ ہو جانا۔

روحانی زوال: اللہ تعالیٰ سے تعلق کمزور پڑ جانا، عبادات سے غفلت برتنا اور تقویٰ سے دوری اختیار کرنا۔

نفس کی پیروی: اپنی خواہشات اور نفسانی تقاضوں کی بے لگام پیروی کرنا اور روحانی اقدار کو نظر انداز کرنا۔

سماجی اور معاشرتی تنزلی:

تعلقات کا بگاڑ: دوسروں کے ساتھ بدتمیزی، ناانصافی اور نفرت پر مبنی تعلقات قائم کرنا۔

ذمہ داری سے فرار: اپنی سماجی اور معاشرتی ذمہ داریوں کو نہ سمجھنا اور ان سے پہلو تہی کرنا۔

خود غرضی اور بے حسی: دوسروں کی مدد کرنے اور ان کے دکھ درد میں شریک ہونے کی بجائے صرف اپنی ذات تک محدود رہنا۔

ظلم و ناانصافی کا رواج: معاشرے میں عدل و انصاف کی پامالی ہونا اور ظلم و ناانصافی عام ہو جانا۔

عملی اور رویے کی تنزلی:

بری عادات کا غلبہ: صحت مند اور مفید عادات کی جگہ نشہ، سستی اور فضول خرچی جیسی بری عادات اپنا لینا۔

وقت کا ضیاع: وقت کو بے مقصد اور فضول کاموں میں ضائع کرنا۔

سستی اور کاہلی: محنت اور جدوجہد سے گریز کرنا اور کاموں میں ٹال مٹول کرنا۔

بے نظمی اور لاپرواہی: اپنی زندگی اور کاموں میں بے ترتیبی اور لاپرواہی اختیار کرنا۔

جذباتی تنزلی:

منفی جذبات کا غلبہ: غصہ، خوف، حسد، کینہ اور مایوسی جیسے منفی جذبات کا مستقل شکار رہنا۔

بے حسی اور سنگ دلی: دوسروں کے دکھ درد کو محسوس نہ کرنا اور ان کے لیے کوئی ہمدردی نہ رکھنا۔

مختصراً، انسان کی تنزلی اس وقت شروع ہوتی ہے جب وہ مثبت اقدار اور رویوں کو چھوڑ کر منفی خیالات، اخلاق، اعمال اور تعلقات کو اپنانا شروع کر دیتا ہے۔ یہ منفی تبدیلیاں بتدریج انسان کو اس کی فطری عظمت سے گرا دیتی ہیں اور اسے دنیا و آخرت میں ذلت اور ناکامی کی طرف دھکیل دیتی ہیں۔ اسی لیے انسان کو ہمیشہ اپنی ذات کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے اور منفی تبدیلیوں سے بچ کر مثبت راہ پر گامزن رہنا چاہیے۔

سنت الٰہی اور انسانی ترقی و تنزلی:

یہ آیت ایک عالمگیر سنت الٰہی کو بیان کرتی ہے جو انسانی تاریخ میں ہمیشہ سے جاری ہے۔ یہ قانون کسی خاص قوم یا زمانے کے لیے مخصوص نہیں ہے، بلکہ تمام اقوام اور ہر دور پر لاگو ہوتا ہے۔

عمل کا رد عمل: سنت الٰہی یہ ہے کہ اچھے اعمال کا نتیجہ اچھا اور برے اعمال کا نتیجہ برا ہوتا ہے۔ یہ انفرادی سطح پر بھی صادق آتا ہے اور اجتماعی سطح پر بھی۔ قومیں اپنے اعمال کے مطابق ہی عروج یا زوال سے ہمکنار ہوتی ہیں۔

سنت الٰہی اور عمل و رد عمل کا باہمی رابطہ

سنت الٰہی اور عمل و رد عمل کے درمیان ایک براہ راست اور اٹوٹ رابطہ موجود ہے۔ درحقیقت، عمل و رد عمل کا اصول سنت الٰہی کا ایک بنیادی جزو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو ایک ایسے نظام پر قائم کیا ہے جس میں ہر عمل کا ایک لازمی نتیجہ یا رد عمل ہوتا ہے۔ یہ رد عمل فوری طور پر ظاہر ہو سکتا ہے یا کچھ وقت بعد، لیکن یہ واقع ہو کر رہتا ہے۔

اس براہ راست رابطے کو ہم درج ذیل نکات کی روشنی میں سمجھ سکتے ہیں:

قانون فطرت : عمل و رد عمل کا اصول صرف انسانی معاشرے تک محدود نہیں، بلکہ یہ کائنات کے طبعی قوانین میں بھی کارفرما ہے۔ مثال کے طور پر، اگر آپ کسی چیز کو اوپر پھینکیں گے تو کشش ثقل کے عمل کے نتیجے میں وہ نیچے گرے گی۔ اسی طرح، سنت الٰہی کے تحت، اچھے اعمال کے نتیجے میں خیر و برکت اور برے اعمال کے نتیجے میں مصائب و مشکلات آتی ہیں۔

عدل الٰہی کا مظہر: عمل و رد عمل کا اصول اللہ تعالیٰ کے عدل کا ایک مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، بلکہ ہر شخص اور ہر قوم اپنے اعمال کے مطابق ہی نتائج بھگتتی ہے۔ اچھے عمل کرنے والے بھلائی پاتے ہیں اور برے عمل کرنے والے برائی کا سامنا کرتے ہیں۔ یہ نظام انصاف قائم کرتا ہے اور کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں ہوتی۔

سبب اور نتیجہ کا اٹل رشتہ: سنت الٰہی میں ہر عمل ایک سبب کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا ایک متعین نتیجہ یا رد عمل ضرور ہوتا ہے۔ یہ نتیجہ مثبت یا منفی ہو سکتا ہے، لیکن یہ اس عمل سے لازمی طور پر جڑا ہوتا ہے۔ کوئی بھی عمل بغیر رد عمل کے نہیں رہ سکتا۔

انفرادی اور اجتماعی سطح پر اطلاق: عمل و رد عمل کا یہ اصول صرف انفرادی سطح پر ہی لاگو نہیں ہوتا، بلکہ اجتماعی سطح پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اگر کوئی قوم مجموعی طور پر اچھے اعمال اختیار کرتی ہے تو وہ ترقی اور خوشحالی کی مستحق ٹھہرتی ہے، اور اگر وہ برائیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے تو زوال اس کا مقدر بن جاتا ہے۔

امتحان اور تربیت کا ذریعہ: عمل و رد عمل کا نظام انسانوں کے لیے ایک امتحان اور تربیت کا ذریعہ بھی ہے۔ جب انسان اپنے اچھے یا برے اعمال کے نتائج دیکھتا ہے تو اسے اپنی غلطیوں کا احساس ہوتا ہے اور وہ بہتر رویہ اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح یہ نظام انسان کی روحانی اور اخلاقی تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

قرآن مجید میں اس اصول کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے: "فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ" (سورة الزلزال: 7-8)

ترجمہ: "تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔" "إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا" (سورة الاسراء: 7)

ترجمہ: "اگر تم اچھا کرو گے تو اپنے ہی لیے اچھا کرو گے اور اگر برا کرو گے تو وہ بھی تمہارے ہی لیے ہے۔"

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ سنت الٰہی میں عمل اور اس کے رد عمل کے درمیان ایک مضبوط اور براہ راست تعلق موجود ہے۔ ہر عمل کا نتیجہ لازمی طور پر ظاہر ہوتا ہے، چاہے وہ خیر ہو یا شر۔ اس لیے انسانوں کو اپنے اعمال کے بارے میں محتاط رہنا چاہیے اور ہمیشہ اچھے اعمال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ دنیا اور آخرت میں فلاح و بہبود حاصل کر سکیں۔

وہ اعمال جن کا رد عمل فوری ہے

قرآن و سنت کی روشنی میں، ایسے کوئی اعمال نہیں ہیں جن کا رد عمل بالکل نہ ہو، یعنی جن کا دنیا یا آخرت میں کسی قسم کا کوئی نتیجہ یا اثر نہ ہو۔ اللہ کا نظام عدل اس قدر جامع اور دقیق ہے کہ ہر عمل، چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو، اپنا اثر ضرور رکھتا ہے۔

یہ اور بات ہے کہ کچھ اعمال کا رد عمل فوری اور واضح ہوتا ہے جبکہ کچھ کا رد عمل مؤخر اور غیر محسوس ہو سکتا ہے، یا کچھ اعمال کے نتائج دنیاوی ہوتے ہیں اور کچھ کے اخروی، تو اس لحاظ سے کچھ پہلوؤں پر غور کیا جا سکتا ہے:

بعض اعمال جن کا رد عمل فوری اور بعض اعمال جن کا رد عمل موخر ہوتا ہے:

فوری رد عمل: بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں جن کا نتیجہ ہمیں دنیا میں فوری طور پر نظر آ جاتا ہے، جیسے کسی کی مدد کرنے سے ملنے والی خوشی یا کسی کے ساتھ برا سلوک کرنے پر ملنے والی ناگواری۔

مؤخر رد عمل: کچھ اعمال کا رد عمل فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتا، لیکن ان کے دور رس نتائج ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر، صبر و استقامت کا پھل دیر سے ملتا ہے، یا کسی برائی کو پھیلانے کے اثرات ایک طویل عرصے تک معاشرے پر مرتب ہوتے رہتے ہیں۔ ان اعمال کا مکمل رد عمل آخرت میں واضح طور پر سامنے آئے گا۔

بعض اعمال جنکا دنیا میں رد عمل ظاہر ہوتا ہے:

دنیاوی رد عمل: بہت سے اعمال ایسے ہیں جن کا نتیجہ ہمیں اس دنیا میں ملتا ہے، جیسے محنت کرنے سے رزق میں برکت، صدقہ دینے سے مال میں اضافہ (بظاہر کمی کے باوجود برکت ہوتی ہے)، یا ظلم و ناانصافی کرنے سے معاشرتی انتشار اور بدامنی۔

اخروی رد عمل: کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا اصل اور مکمل بدلہ آخرت میں ملے گا۔ ایمان، اخلاص، تقویٰ، اور اللہ کی رضا کے لیے کیے گئے اعمال کا اجر عظیم آخرت میں تیار کیا گیا ہے۔ اسی طرح، کفر، شرک، ظلم عظیم اور دیگر بڑے گناہوں کا سخت عذاب آخرت میں ہوگا۔

بظاہر بے اثر اعمال: کچھ اعمال ایسے ہیں جو ظاہرا ایسا لگتے ہیں کہ ان کا کوئی خاص رد عمل نہیں ہوہے، لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے مثلاً:

نیت اور ارادہ: اسلام میں نیت اور ارادے کی بہت اہمیت ہے اگر کوئی شخص نیک کام کرنے کی خالص نیت رکھتا ہے لیکن کسی وجہ سے وہ کام نہیں کر پاتا، تو بھی اسے اس نیت کا اجر ملتا ہے۔ اسی طرح، برے ارادے پر جب تک عمل نہ کیا جائے، عام طور پر اس کا گناہ نہیں لکھا جاتا، لیکن دل میں برائی کا خیال رکھنا روحانی طور پر منفی اثرات ضرور مرتب کرتا ہے۔

چھوٹے نیک اعمال: بظاہر چھوٹے نیک اعمال بھی اللہ کے ہاں بہت اہمیت رکھتے ہیں اور ان کا اجر ضرور ملے گا۔ ایک مسکراہٹ، کسی کو راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا، یا کسی اچھی بات کی نصیحت کرنا بھی ضائع نہیں جاتا۔

چھوٹے گناہ: اسی طرح، بظاہر چھوٹے گناہ بھی رفتہ رفتہ بڑے گناہوں کا سبب بن سکتے ہیں اور ان کے مجموعی منفی اثرات ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔

مختصراً یہ کہ سنت الٰہی میں کوئی بھی عمل بغیر رد عمل کے نہیں ہے۔ ہر عمل کا کسی نہ کسی صورت میں رد عمل ضرور ہوتا ہے، چاہے وہ فوری ہو یا مؤخر، دنیاوی ہو یا اخروی، بڑا ہو یا چھوٹا۔ اللہ تعالیٰ کا نظام عدل کامل ہے اور وہ ہر ذرہ برابر عمل کا بھی حساب رکھے گا۔ اس لیے ہمیں اپنے تمام اعمال کے بارے میں سنجیدہ اور محتاط رہنا چاہیے۔

وہ اعمال جن کا رد عمل تاخیر سے برآمد ہوتا ہے

ایسے بہت سے اعمال ہیں جن کا رد عمل فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتا، بلکہ ان کے نتائج میں تاخیر ہوتی ہے۔ یہ تاخیر سنت الٰہی کے مختلف پہلوؤں کے تحت حکمت اور امتحان کے تقاضوں کے مطابق ہوتی ہے۔ ان اعمال کو مختلف زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

صبر اور استقامت کے اعمال:

عبادات میں مداومت: فرائض اور نوافل کی پابندی، ذکر و اذکار اور دعا میں لگے رہنا بظاہر فوری طور پر کوئی بڑا دنیاوی فائدہ نہیں دیتا، لیکن ان کے روحانی، اخلاقی اور اخروی نتائج دیرپا اور عظیم ہوتے ہیں۔ یہ نفس کی پاکیزگی، ایمان کی مضبوطی اور اللہ کی رضا کا باعث بنتے ہیں۔

مشکلات پر صبر: زندگی میں آنے والی آزمائشوں، بیماریوں، مصیبتوں اور تکلیفوں پر صبر کرنا بظاہر ایک بوجھ محسوس ہوتا ہے، لیکن اس کا اجر صبر کرنے والے کے لیے آخرت میں بہت بڑا ہے۔ دنیا میں بھی یہ صبر انسان کو مضبوط اور پرعزم بناتا ہے۔

دعوت و تبلیغ: لوگوں کو نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا ایک طویل اور صبر آزما عمل ہے۔ اس کا فوری نتیجہ نظر آنا ضروری نہیں، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ اس کے مثبت اثرات فرد اور معاشرے دونوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔

معاشرتی اور اجتماعی اعمال:

عدل و انصاف قائم کرنا: کسی معاشرے میں عدل و انصاف کی بنیاد رکھنا اور اسے برقرار رکھنا ایک مسلسل جدوجہد ہے۔ اس کے فوری نتائج شاید محسوس نہ ہوں، لیکن طویل عرصے میں یہ معاشرے کو امن، خوشحالی اور ترقی کی طرف لے جاتا ہے۔

ظلم و ناانصافی: اسی طرح، ظلم و ناانصافی کا فوری فائدہ کسی کو مل سکتا ہے، لیکن اس کے دور رس نتائج تباہ کن ہوتے ہیں۔ معاشرے میں بدامنی، نفرت اور زوال پیدا ہوتا ہے۔

تعلیم و تربیت: نسل نو کی تعلیم و تربیت میں وقت اور محنت لگتی ہے۔ اس کے فوری نتائج شاید واضح نہ ہوں، لیکن ایک تعلیم یافتہ اور باشعور نسل مستقبل میں قوم کی ترقی اور خوشحالی کی ضامن ہوتی ہے۔

اخلاقی اور روحانی اعمال:

حسن اخلاق: لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، نرمی اور محبت سے پیش آنا بظاہر کوئی فوری مادی فائدہ نہیں دیتا، لیکن اس کے نتیجے میں دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے، تعلقات مضبوط ہوتے ہیں اور معاشرے میں ہم آہنگی آتی ہے۔ اس کا روحانی اجر بھی بہت بڑا ہے۔

توبہ و استغفار: گناہوں کے بعد سچے دل سے توبہ کرنا بظاہر ماضی کے گناہوں کو فوری طور پر نہیں مٹا دیتا، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ یہ دل کو پاک کرتا ہے، اللہ سے تعلق مضبوط کرتا ہے اور رحمت کا باعث بنتا ہے۔

حسد و کینہ: دل میں حسد اور کینہ رکھنا فوری طور پر کسی دوسرے کا نقصان نہیں کرتا، لیکن یہ حسد کرنے والے کے دل کو بیمار اور بے سکون کر دیتا ہے اور اس کے روحانی زوال کا سبب بنتا ہے۔ اس کے منفی اثرات دیر سے ظاہر ہوتے ہیں۔

فطرت اور ماحول سے متعلق اعمال:

درخت لگانا اور ماحول کی حفاظت کرنا: یہ اعمال بظاہر فوری طور پر کوئی بڑا فائدہ نہیں دیتے، لیکن طویل عرصے میں یہ ماحول کو صاف ستھرا رکھتے ہیں، بارشوں کا سبب بنتے ہیں اور زمین کی زرخیزی کو برقرار رکھتے ہیں۔

ماحولیاتی آلودگی پھیلانا: اسی طرح، ماحولیاتی آلودگی پھیلانے کے فوری طور پر کوئی واضح برے نتائج نظر نہیں آتے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ یہ انسانوں اور دیگر جانداروں کی صحت کے لیے خطرناک ثابت ہوتا ہے اور قدرتی توازن کو بگاڑ دیتا ہے۔

رد اعمال میں تاخیر کی حکمت : ان اعمال کے رد عمل میں تاخیر کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، جن میں سے کچھ یہ ہیں:

امتحان: اللہ انسانوں کو مختلف حالات میں ڈال کر آزماتا ہے کہ وہ صبر کرتے ہیں یا جزع فزع کرتے ہیں۔

مہلت: اللہ گناہگاروں کو توبہ کرنے اور اپنی اصلاح کرنے کی مہلت دیتا ہے۔

تدریجی اثر: بعض اعمال کے اثرات تدریجی طور پر ظاہر ہوتے ہیں اور ایک خاص وقت کے بعد ان کا مکمل نتیجہ سامنے آتا ہے۔

اخروی اجر: بہت سے نیک اعمال کا اصل اور بڑا اجر آخرت کے لیے مؤخر کر دیا جاتا ہے تاکہ دنیاوی آلائشوں سے پاک جزا دی جا سکے۔

حکمت الٰہی: اللہ اپنی حکمت کے مطابق جس عمل کا رد عمل جب چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے۔ اس کی حکمت کو انسان پوری طرح نہیں سمجھ سکتا۔

مختصراً یہ کہ ایسے بہت سے اعمال ہیں جن کا رد عمل تاخیر سے برآمد ہوتا ہے۔ یہ تاخیر اللہ تعالیٰ کی حکمت، امتحان اور مہلت دینے کی صفت کا مظہر ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اچھے اعمال کرتا رہے اور ان کے دیرپا نتائج پر یقین رکھے، اور برے اعمال سے بچتا رہے چاہے ان کا فوری رد عمل نظر نہ بھی آئے۔

رد اعمال کے فوری ہونے کی حکمت:رد عمل کے فوری طور پر ظاہر ہونے میں بھی اللہ کی بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں، جو انسانوں کے لیے تنبیہ، تربیت اور ہدایت کا باعث بنتی ہیں۔ ان میں سے کچھ اہم حکمتیں درج ذیل ہیں:

فوری تنبیہ اور بازگشت:

کچھ برے اعمال پر فوری سزا: جب کسی برے عمل کا نتیجہ فوری طور پر سامنے آتا ہے (مثلاً کسی جھوٹ بولنے والے کی فوراً پکڑ ہو جانا، کسی دھوکہ دہی کرنے والے کا نقصان اٹھانا)، تو یہ اس شخص اور دوسروں کے لیے ایک فوری تنبیہ کا کام کرتا ہے۔ اس سے گناہ کی سنگینی کا احساس ہوتا ہے اور انسان اس عمل سے باز رہنے کی کوشش کرتا ہے۔

اچھے اعمال پر فوری خوشی: اسی طرح، جب کسی اچھے عمل کا فوری مثبت رد عمل ملتا ہے (مثلاً کسی کی مدد کرنے پر فوری قلبی سکون ملنا، صدقہ دینے سے فوری طور پر کسی مشکل کا حل نکل آنا)، تو یہ انسان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اسے مزید نیک اعمال کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔

ظالموں کا فوری انجام: تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جب ظالموں اور سرکشوں کو ان کے ظلم و سرکشی کی پاداش میں دنیا میں ہی فوری عذاب کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ واقعات دوسروں کے لیے عبرت کا نشان بنتے ہیں اور انہیں ظلم و ناانصافی سے دور رہنے کی نصیحت کرتے ہیں۔

نیکوکاروں کی فوری نصرت: بعض اوقات نیکوکاروں اور مظلوموں کی مدد بھی فوری طور پر غیبی طریقوں سے ہو جاتی ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو تنہا نہیں چھوڑتا اور ان کی مدد کرتا ہے۔

یقین اور ایمان میں اضافہ:

وعدوں کا فوری ایفاء: جب اللہ تعالیٰ کے وعدے (اچھے یا برے اعمال کے نتائج کے بارے میں) فوری طور پر پورے ہوتے نظر آتے ہیں، تو اس سے مومنین کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر مزید یقین راسخ ہوتا ہے۔

قانون قدرت کا واضح ادراک: فوری رد عمل انسان کو یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ کائنات ایک باقاعدہ قانون کے تحت چل رہی ہے اور ہر عمل کا ایک متعین نتیجہ ہوتا ہے۔

تربیت اور اصلاح:

غلطیوں کی فوری نشاندہی: جب کسی غلط رویے یا فیصلے کا فوری منفی نتیجہ سامنے آتا ہے، تو انسان کو اپنی غلطی کا فوراً احساس ہو جاتا ہے اور اسے اصلاح کرنے کا موقع ملتا ہے۔

سیکھنے کا عمل تیز :

فوری رد عمل سیکھنے کے عمل کو تیز کرتا ہے۔ جب انسان کسی عمل کا نتیجہ فوراً دیکھتا ہے، تو وہ اس عمل اور اس کے نتائج کے درمیان تعلق کو بہتر طور پر سمجھ پاتا ہے۔

دنیاوی نظام کا قیام:

معاشرتی نظم و ضبط: بعض قوانین اور ضوابط کی فوری تعمیل اور خلاف ورزی پر فوری سزا معاشرے میں نظم و ضبط برقرار رکھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اگر ہر برے عمل کا نتیجہ بہت تاخیر سے ملے تو معاشرے میں انتشار پھیلنے کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔

حکمت الٰہی کا تنوع: اللہ اپنی حکمت کے مطابق کبھی کسی عمل کا رد عمل فوری طور پر ظاہر کرتا ہے اور کبھی اس میں تاخیر کرتا ہے۔ اس تنوع میں بھی بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ فوری رد عمل جہاں تنبیہ اور عبرت کا باعث بنتا ہے، وہیں تاخیر انسان کو صبر، استقامت اور اللہ پر بھروسہ کرنے کی تربیت دیتی ہے۔

مختصراً یہ کہ رد عمل کے فوری ہونے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت، عدل، حکمت اور انسانوں کی تربیت کے بہت سے پہلو شامل ہیں۔ یہ فوری نتائج انسانوں کو ہوشیار کرتے ہیں، انہیں اچھے اعمال پر قائم رہنے کی ترغیب دیتے ہیں اور برے اعمال سے باز رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا، چاہے وہ فوری ہو یا مؤخر۔

انصاف کا نظام: اللہ کا نظام عدل پر مبنی ہے۔ وہ کسی قوم پر ظلم نہیں کرتا، بلکہ قومیں خود اپنے اعمال کے ذریعے اپنی تقدیر بدلتی ہیں۔ جب قومیں اپنے اندرونی نظام کو عدل و انصاف پر قائم کرتی ہیں تو وہ ترقی پاتی ہیں، اور جب وہ ظلم و ناانصافی کو رواج دیتی ہیں تو ان کا زوال یقینی ہو جاتا ہے۔

مہلت اور امتحان: اللہ قوموں کو اپنی اصلاح کا موقع دیتا ہے اور انہیں مہلت عطا فرماتا ہے۔ لیکن جب وہ اس مہلت سے فائدہ نہیں اٹھاتیں اور اپنی روش پر قائم رہتی ہیں، تو پھر اللہ کا عذاب آ جاتا ہے جس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

مہلت ارو امتحان یعنی کیا؟

جی ہاں، بالکل۔ مہلت اور امتحان دو اہم قرآنی اصطلاحات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کے بندوں کے ساتھ اس کے تعامل کو سمجھنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ ان دونوں کا مفہوم یہ ہے:

مہلت: مہلت کا لغوی معنی ہے فرصت دینا، ڈھیل دینا، وقت دینا یا تاخیر کرنا۔ اصطلاحی طور پر، مہلت سے مراد وہ وقت اور فرصت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان بندوں کو اپنی اصلاح کرنے، توبہ کرنے اور برائیوں سے باز آنے کے لیے عطا فرماتا ہے۔

رحمت اور حکمت کا تقاضا: مہلت دینا اللہ کی رحمت اور حکمت کا مظہر ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اپنی غلطیوں کا ادراک کریں اور اس کی طرف رجوع کریں۔ اگر وہ فوراً پکڑ لیتا تو بہت سے لوگوں کو توبہ کا موقع نہ مل پاتا۔

ظالموں کے لیے ڈھیل: بعض اوقات اللہ ظالموں کو ان کے ظلم میں مزید بڑھنے کے لیے مہلت دیتا ہے، تاکہ ان کا جرم اور زیادہ واضح ہو جائے اور پھر ان پر سخت عذاب نازل ہو۔ یہ مہلت استدراج بھی کہلاتی ہے، جس کا مطلب ہے کہ اللہ کسی کو گناہوں کے باوجود نعمتیں دیتا رہتا ہے تاکہ وہ اپنی سرکشی میں اور بڑھ جائے اور اس کی پکڑ سخت تر ہو۔

امتحان کا حصہ: مہلت خود بھی ایک طرح کا امتحان ہے کہ آیا بندہ اس دی گئی فرصت سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اپنی اصلاح کرتا ہے یا اپنی نافرمانی پر اڑا رہتا ہے۔

امتحان: امتحان کا لغوی معنی ہے جانچنا، پرکھنا یا آزمانا۔ اصطلاحی طور پر، امتحان سے مراد وہ آزمائشیں اور حالات ہیں جن میں اللہ اپنے بندوں کو ڈالتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کون ایمان میں سچا ہے، کون صبر کرنے والا ہے، کون شکر گزار ہے اور کون اپنی راہ سے بھٹک جاتا ہے۔

مختلف صورتیں: امتحان مختلف صورتوں میں آ سکتا ہے، مثلاً خوشحالی اور فراوانی دے کر یہ دیکھنا کہ بندہ شکر کرتا ہے یا ناشکری، مصائب اور مشکلات میں مبتلا کر کے یہ دیکھنا کہ وہ صبر کرتا ہے یا جزع فزع۔

درجات کی بلندی کا ذریعہ :

کامیاب امتحان کے نتیجے میں بندوں کے درجات بلند ہوتے ہیں اور انہیں اللہ کی قربت نصیب ہوتی ہے۔

حکمت الٰہی: امتحانات کا مقصد محض سزا دینا یا عذاب نازل کرنا نہیں ہوتا، بلکہ اس میں بندوں کی تربیت، ان کی روحانی نشوونما اور ان کی اصلاح پوشیدہ ہوتی ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی آزمائشیں: انبیاء کرام علیہم السلام جو اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے بندے تھے، انہیں بھی سخت ترین آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امتحان ایمان کی علامت ہے اور اس سے کسی کو استثنا حاصل نہیں۔

مہلت اور امتحان کا باہمی تعلق: مہلت اور امتحان اکثر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔

مہلت امتحان کا حصہ بن سکتی ہے: اللہ کسی کو لمبی عمر اور وسائل کی فراوانی کی مہلت دیتا ہے تو یہ اس کے لیے ایک امتحان ہے کہ وہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے یا نافرمانی اور تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

امتحان مہلت کا سبب بن سکتا ہے: جب کوئی بندہ کسی آزمائش میں صبر اور استقامت دکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدلے میں دنیا اور آخرت میں راحت اور آسانی کی مہلت عطا فرما سکتا ہے۔

مہلت اللہ کی طرف سے نافرمان بندوں کو اپنی اصلاح کا موقع دینے کے لیے ایک مہربانی اور حکمت ہے۔ جبکہ امتحان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو پرکھنے، ان کے درجات بلند کرنے اور ان کی تربیت کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ دونوں ہی صورتوں میں اللہ کی حکمت بالغہ کارفرما ہوتی ہے اور ان کا مقصد انسان کی فلاح و بہبود ہوتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ مہلت کو غنیمت جانیں اور امتحانات میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کریں۔

اس مقام پر سوال یہ ہے کہ کیا خدا اس دور میں بھی پہلی اتوں کی طرح مسلمانوں کی مدد باہر سے نہی کرسکتا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کیوں نہی مگر اس کے لئے کچھ شرائط ہیں۔

بیرونی مدد مشروط: اگر کوئی قوم مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ سچے دل سے اپنی اصلاح کی کوشش کرے تو اللہ غیبی مدد بھی فرما سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ خود کو بدلنے کے لیے تیار نہ ہو تو کوئی بیرونی طاقت اس کی مدد نہیں کر سکتی۔

بیرونی مدد کب اور کن لوگوں کو میسر ہوتی ہے؟

بیرونی مدد کب اور کن لوگوں کو میسر ہوتی ہے، اس کا جواب ایک جامع اور کثیر الجہتی ہے۔ قرآنی آیات، سنت نبوی، اور عام انسانی تجربات کی روشنی میں اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اللہ کی طرف سے بیرونی مدد:

جب انسان اپنی مدد آپ کرتا ہے: سنت الٰہی یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو خود اپنے حالات بدلنے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ قرآن نے یہی فرمایا ہے: "إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ" (الرعد: 11)

جب انسان اللہ پر توکل کرتا ہے: اپنی تمام تر جائز کوششوں کے بعد جو لوگ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں اور نتائج اس کے سپرد کرتے ہیں، انہیں اللہ کی غیبی مدد میسر ہوتی ہے۔

مظلوموں اور بے کسوں کی مدد: اللہ مظلوموں کی فریاد سنتا ہے اور ان کی مدد فرماتا ہے، اگرچہ اس میں کچھ وقت لگ جائے۔ حدیث میں ہے کہ مظلوم کی دعا رد نہیں ہوتی۔

نیکوکاروں اور متقین کے ساتھ: جو لوگ اللہ کے احکامات کی پابندی کرتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں، انہیں اللہ کی خاص مدد اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔

دین کی سربلندی کے لیے کوشش کرنے والوں کی مدد: جو لوگ اللہ کے دین کو پھیلانے اور اس کی سربلندی کے لیے جدوجہد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی تائید و نصرت فرماتا ہے۔

انسانوں کی طرف سے بیرونی مدد:

ضرورت مندوں کی مدد کرنا: اسلام میں ضرورت مندوں، غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کی مدد کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ جو لوگ اپنے بھائیوں کی مدد کرتے ہیں، اللہ ان کی مدد فرماتا ہے۔

نیکی اور بھلائی کے کاموں میں تعاون: قرآن میں حکم ہے کہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تعاون نہ کرو۔

مظلوموں کی حمایت: جو لوگ ظلم کا شکار ہوں ان کی حمایت کرنا اور ان کی مدد کے لیے کھڑا ہونا ایک انسانی اور اسلامی فریضہ ہے۔

معاہدات اور وعدوں کی پاسداری: اگر کسی قوم یا فرد کے ساتھ کوئی معاہدہ ہو تو اس کی پاسداری کرنا اور ضرورت پڑنے پر ان کی مدد کرنا ضروری ہے۔

در نتیجہ اللہ کی مدد عام طور پر ان لوگوں کو میسر ہوتی ہے جو: خود اپنی مدد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ پر کامل توکل رکھتے ہیں۔ مظلوم اور بے کس ہوں۔ نیکوکار اور متقی ہوں۔ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں پیش پیش ہوں۔ دوسروں کی مدد کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ کی مدد غیبی اور غیر متوقع طریقوں سے بھی آ سکتی ہے، اور اس کی حکمت کو انسان پوری طرح نہیں سمجھ سکتا۔ تاہم، کوشش اور عمل کرنا اور اللہ پر بھروسہ رکھنا ایک مومن کا شیوہ ہونا چاہیے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیت قوموں کے عروج و زوال کے ایک اٹل قانون کو بیان کرتی ہے۔ انسانی ترقی اور تنزلی کا دارومدار خود انسانوں کے اعمال پر ہے۔ جب تک کوئی قوم اپنے اندر مثبت تبدیلی نہیں لاتی، اس کی حالت نہیں بدل سکتی۔ یہ سنت الٰہی تمام اقوام کے لیے ایک واضح پیغام ہے کہ وہ اپنے کردار اور اعمال کی اصلاح کریں تاکہ وہ دنیا اور آخرت میں فلاح و بہبودی و کامیابی و کامرانی حاصل کر سکیں۔

توبہ

عالیجناب مولانا سید محسن رضا واسطی صاحب قبلہ

مدیر بیت العلم پھندیڑی سادات

ایک ایسا احساس جس کے سبب الہی فرامین کی مخالفت کرنے والا انسان ہمیشہ کسی انجانے خوف سے دوچار رہتا ہے اور خود کو اپنے رب کے حضور نا شکرا محسوس کرتا ہے اور اس ناشکری اور کفران نعمت پر کف دست ملتا رہتا ہے اور احساس شرمندگی کی ردا اوڑھے رہتا ہے کبھی اپنے خالق سے منھ چھپاتا ہے اور کبھی اس کی رحمانیت و درگزی کے سامنے سر تسلیم خم کر کے معافی کا طلبگار ہوتا ہے اور اپنی بخشش کی لو لگائے رکھتا ہے اور لو لگانے پر کچھ مطمئن سا نظر انے لگتا ہے کبھی فرامین الہی کی مخالفت کے جبران کی کوشش کرتا ہے اور پابند عہد ہوتا ہے کہ دوبارہ اپنے رب کی مخالفت نہ کرے گا کبھی صرف لقلقہ زبانی سے اس کا جبران کرتا ہے تو کبھی مال و دولت خرچ کر کے جبران کرنے کی سعی کرتا ہے تو کبھی اپنے اس جسم کو جسے بڑے شوق سے نشو نما کیا تھا کمزور کرنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے کبھی ان لوگوں کے سامنے احساس شرمندگی کرتا ہے جن پر ظلم روا رکھا جن کی غیبتیں کی جن پر جھوٹی تہمتیں لگا کر اپنے گلے میں اللہ کی لعنت کا طوق پہنا اور اللہ کی لعنت کے طوق کو محسوس کرکے اپنے اپ کو ملعون سمجھ کر اپنے کو ندامت کے گہرے سمندر میں غرق کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے ایک ایک گناہ کو ذہن میں لا کر انکے ازالہ کی کوشش کرتا ہے ان کیفیات و احساسات کے حامل شخص کو شرعی اصطلاح میں تائب کے نام سے جانا جاتا ہے یہ احساسات و کیفیات اللہ کی ایک عظیم توفیق اور بندوں پر اس کا ایک لا متناہی احسان ہے اس احسان و توفیق کے جواب میں بندے کے شکر کے لاکھوں سجدے بھی نہ کافی ہیں توبہ کے بارے میں اللہ قران مجید ارشاد فرماتا ہے کہ اے ایمان لانے والو خدا کے حضور اثر پذیر توبہ کرو قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تم سے برائیوں کو دور کر دے (سورہ تحریم لیت 8) امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس لیت کا مطلب دریافت کیا گیا تو امام نے فرمایا کہ بندہ گناہ سے توبہ کرے اور پھر ویسا گناہ نہ کرے اپ سے ہی دوسری روایت میں منقول ہے کہ جب کوئی بندہ توبہ نصوح کر لیتا ہے تو اللہ اس کو بہت دوست رکھتا ہے اور دنیا و اخرت میں اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے توبہ کے متعلق ارشادات فرمائے کہ توبہ نزول رحمت کا باعث ہے توبہ دل کو پاک کر دیتی ہے اور گناہوں کو دھو ڈالتی ہے استغفار کرنا گناہوں کی دوا ہے گناہوں پر شرمندگی گناہ کی تکرار میں مانع ہوتی ہے گناہوں پر شرمندگی استغفار اور توبہ ہے توبہ دل میں ندامت زبان پر استغفار اور اعضاء و جوارح سے ترک کرنا اور دوبارہ نہ کرنے کا ارادہ ہے سورہ زمر کی 53ویں لیت میں ارشاد ہوتا ہے پیغمبر اپ پیغام پہنچا دیجئے کہ اے میرے بندوں جنھوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ یقینا بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے امیر المومنین علیہ السلام اس لیت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ وسعت والی کوئی لیت قران مجید میں نہیں ہے سورہ نساء کی 48 ویں لیت میں ارشاد ہوتا ہے اللہ اس بات کو معاف نہیں کر سکتا کہ اس کا شریک قرار دیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش سکتا ہے اور جو بھی اس کا شریک بنائے گا اس نے بہت بڑا گناہ کیا ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ

روز قیامت اللہ کی رحمت اس قدر وسیع ہوگی کہ شیطان کو بھی یہ گمان ہونے لگے گا کہ شاید اللہ اسے بھی معاف کر دے گا (بحار الانوار جلد 3 ص 274)

توبہ گناہوں سے پیدا ہونے والی تیرگی کو ختم کر کے اس کی جگہ خیر و نیکی کی طرف رغبت دلاتی ہے اگر انسان کے لیے باب توبہ کھلا نہ ہوتا تو انسان ہمیشہ کے لیے نا امیدی کو اپنا مقدر سمجھ لیتا اور اس کے نیک اعمال میں جمود ا جاتا اور انسان کی عملی زندگی میں جمود اور ٹھہراؤ کو اسلام ناپسند کرتا ہے اسلام کے نظریے کے مطابق مومن کا انے والا کل اج سے ہر اعتبار سے بہتر ہونا چاہیے (جیسا کہ ہم ہر روز یکشنبہ کی دعا میں پڑھتے ہیں کہ اے اللہ میرے انے والے کل اور انے والے ایام کو اس ساعت اور اس دن سے بہتر قرار دے) اس کا اخلاق و عمل ترقی کی طرف گامزن رہے اس کے قلب میں خشعیت الہی اور اخلاص عملی بڑھتا ہی رہے معرفت خداوندی اور معرفت اہل بیت علیہم السلام کے درجات ارتقا کی منازل طے کرتے رہے اور جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس کا اج گزشتہ کل سے بدتر ہو وہ خائن ہے اور یہ سب اللہ کے اس عظیم احسان ہی کے سبب ممکن ہے جب انسان توبہ کے مراحل کو پار کرتا رہے اور اپنے عملی و اعتقادی درجات میں اضافہ کرتا رہے روایت میں ہے کہ ایک شخص نے 99 ادمیوں کو قتل کر کے ایک عابد و زاہد سے دریافت کیا کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے اس نے جواب دیا نہیں اس نے اس عابد کو بھی قتل کر دیا اور پھر ایک عالم کے پاس پہنچا اور اپنی بات رکھی عالم نے کہا کہ خدا ارحم الراحمین ہے اب بھی توبہ قبول کر سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ فلاں سرزمین پر ایک نبی خدا ہے اس کے پاس جاکر توبہ کرو یہ شخص نبی خدا کی تلاش میں چلا اثنائے راہ میں اس کا انتقال ہو گیا تو مصلحت پروردگار نے ملائکہ رحمت اور عذاب دونوں بھیجے ایک نے کہا کہ گناہگار ہے دوسرے نے کہا کہ راہ توبہ میں جا رہا تھا اللہ کا حکم ایا کہ زمین معصیت اور زمین توبہ کی پیمائش کرو یہ کس سے زیادہ قریب ہے پیمائش کی گئی تو زمین توبہ ایک بالشت کم نکلی اللہ کا حکم ہوا کہ ملائکہ رحمت اسے لے جائیں اس لیے کہ یہ توبہ سے ایک بالشت زیادہ قریب ہو چکا تھا اور بعض روایات کی بنا پر خود اللہ نے زمین توبہ کا فاصلہ کم کر دیا تھا کہ ارادہ توبہ ہی سب سے بڑی توبہ ہے امیر المومنین علیہ السلام سورہ بقرہ کی اخری ایتیں جو توبہ سے متعلق ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ نے امت رسول سے بہت سے بوجھ اٹھا لیے ہیں اور وزن ہلکا کر دیا ہے قبولیت توبہ سے متعلق اپ نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ توبہ کے معنی یہ ہیں کہ اس میں چیزیں پائی جاتی ہوں

(1) انسان نے جو گزشتہ میں گناہ کیے ہوں ان پر نادم ہو امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں خدا کی قسم کوئی بھی انسان اقرار کیے بغیر گناہوں سے پاک نہیں ہو سکتا

(2) ائندہ کے لیے عزم محکم ہو کہ ایسا گناہ نہ کرے گا (3) لوگوں کے حقوق کی ادائیگی مثلا اگر کسی کا مال غصب کیا ہے تو واپس کرے کسی کی غیبت وغیرہ کی ہے تو معافی طلب کرے (4) جن فرائض میں کوتاہی ہو گئی ہے ان کی قضا کی جائے مثلا نماز روزہ وغیرہ

(5)گنہگار کے جسم میں جو گوشت مال حرام سے پیدا ہوا ہے اس کو حزن و الم کے ذریعے اس طرح گھلا دے کہ کھال اور ہڈیاں رہ جائیں اور اس کو دوبارہ مال حلال سے نشونما کرے (6) اللہ کی نافرمانی کر کے معصیت میں جتنی لذت حاصل کی ہے اتنی ہی اطاعت کی زحمت

برداشت کرے ان شرطوں کے بعد توبہ قبول ہو تو اسے توبہ کاملہ کہا جاتا ہے اللہ کے حضور توبہ کر کے جہاں بندہ اپنے کو ناشکروں کی صف سے الگ کر کے معنوی طور پر راحت و شادمانی محسوس کرتا ہے وہیں گناہوں کے ان عذاب سے چھٹکارا پاتا ہے جو گناہوں کے لیے مخصوص ہیں مثلا گناہوں سے عمر کا کم ہونا، رزق کی برکتوں کا ختم ہو جانا، دعاؤں کا مستجاب نہ ہونا اور نہ جانے کتنے نقصانات جو گناہوں کی وجہ سے انسان کی زندگی اور اور بعد از مرگ شامل حال ہوتے ہیں اور توفیق توبہ ہی کے سبب انسانی زندگیوں میں تصادفی و تدریجی انقلابات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور توبہ سے پہلے اور اس کے بعد والی زندگی میں زمین وہ اسمان کا فرق محسوس کیا جا سکتا ہے اور اگر انسان توبہ جیسی نعمت خداوندی کی معرفت حاصل کر کے خدا کے حضور اعتراف نہ کرے تو مکرر ناشکرا محسوب ہوتا ہے اور نادم نہ ہو کر اللہ کی اس عظیم توفیق سے محروم ہو جاتا ہے اور توبہ نہ کر کے گناہوں کے نتائج میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس پر شیطان کی گرفت مضبوط تر ہوتی چلی جاتی ہے اور توبہ کر کے جہاں انسان اطاعت خداوندی بجا لاتا ہے وہیں شیطان جیسے انسانیت کی اصلاح کے دشمن کو اپنے سے دھتکارتا ہے اور فلاح دارین حاصل کرتا ہے اور توبہ وہ عذر خواہی کر کے خالق کائنات کی بزرگی وہ جلالت کا اقرار کرتا ہے

بقول سعدی بندہ وہی بہتر ہے کہ جو درگاہ رب العزت میں اپنی کوتاہیوں پر عذر بجا لائے ورنہ اس کی خداوندی کے لائق کوئی شخص اس کا شکر بجا نہیں لا سکتا

مناسبت ایام، احکام اور اسکے اعمال

عالیجناب مولانا سید قنبر رضا واسطی صاحب قبلہ

اعمال روز عرفہ(۹ذی الحجہ)

روز عرفہ اللہ نے اپنے بندوں کو اپنی اطاعت اور عبادت کی طرف دعوت دی ہے، اور انکے لئے اپنے جود و سخا کا دستر خوان پہن کر دیا ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے روز عرفہ ایک سائل کی آواز سنی کہ جو لوگوں سے خیرات مانگ رہا تھا امام علیہ السلام نے فرمایا: افسوس ہے تجھ پر کہ تو آج کے دن بھی غیر خدا سے مانگ رہا ہے جبکہ آج تو یہ امید ہے کہ ماؤں کے شکم میں بچے بھی خدا کے لطف و کرم سے مالا مال ہو کر سعید اور خوش بخت ہوجائیں گے۔

اس دن کے کچھ اعمال مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اس دن کا روزہ مستحب ہے۔

۲۔ زوال سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے (غسل روز عرفہ کرتا ہوں قربۃ الی اللہ)۔

۳۔زیارت امام حسین علیہ السلام (آج کے دن زیارت کا ثواب ہزار حج ، ہزار عمرہ، ہزار جہاد کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے)۔

۴۔نماز عصر کے بعد اور دعائے عرفہ پڑھنے سے پہلے زیر آسمان دو رکعت نماز بجالائیں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کریں تاکہ عرفات میں حاضری کا ثواب مل سکے اور گناہ معاف ہو سکیں ۔

۵۔ دعائے عرفہ کی تلاوت کریں۔(دعا نیچے ذکر کی گئی ہے)

نماز عرفہ کا طریقہ: (نمازروز عرفہ پڑھتا ہوں قربۃ الی اللہ)

عرفہ کے دن زوال کے وقت نماز ظہر و عصر بجالانے کے بعد دورکعت نماز ادا کریں جسکی پہلی رکعت میں سورہ الحمد کے بعد سوہ توحید اور دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ کافرون پڑھیں۔

اسکے بعد چار رکعت نماز اداکریں جسکی ہررکعت میں سورہ الحمد کے بعد پچاس مرتبہ سورہ توحید کی تلاوت کریں۔

اسکے بعد ان تسبیحات رسول خدا ﷺ کو پڑھیں:

سُبْحانَ الَّذِی فِی السَّماءِ عَرْشُهُ ! سُبْحانَ الَّذِی فِی الْأَرْضِ حُکْمُهُ ! سُبْحانَ الَّذِی فِی الْقُبُورِ قَضاؤُهُ ! سُبْحانَ الَّذِی فِی الْبَحْرِ سَبِیلُهُ ! سُبْحانَ الَّذِی فِی النَّارِ سُلْطانُهُ ! سُبْحانَ الَّذِی فِی الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ ! سُبْحانَ الَّذِی فِی الْقِیامَةِ عَدْلُهُ ! سُبْحانَ الَّذِی رَفَعَ السَّماءَ ! سُبْحانَ الَّذِی بَسَطَ الْأَرْضَ ! سُبْحانَ الَّذِی لَامَلْجَأَ وَلَا مَنْجٰا مِنْهُ إِلّا إِلَیْهِ۔

پھر سو مرتبہ کہیں:

سُبْحانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّهِ وَلَا إِلٰهَ إِلّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَر۔

سومرتبہ سورہ توحید۔ سومرتبہ آیۃ الکرسی۔ سومرتبہ صلوات۔

دس مرتبہ کہیں:

لَاإِلٰهَ إِلّا اللهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ ، وَلَهُ الْحَمْدُ ، يُحْيِى وَيُمِيتُ ، وَيُمِيتُ وَيُحْيِى ، وَهُوَ حَيٌّ لَايَمُوتُ ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ ، وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ۔

دس مرتبہ کہیں: أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِى لَاإِلٰهَ إِلّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّومُ وَأَ تُوبُ إِلَيْهِ۔

دس مرتبہ کہیں: يَا اللّٰهُ۔

دس مرتبہ کہیں: يَا رَحْمَنُ۔

دس مرتبہ کہیں: يَا رَحِيمُ۔

دس مرتبہ کہیں: يَا بَدِيعَ السَّماواتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلالِ وَالْإِكْرامِ۔

دس مرتبہ کہیں: يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ۔

دس مرتبہ کہیں: يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ۔

دس مرتبہ کہیں: يَا لا إِلَهَ إِلا أَنْتَ۔

دس مرتبہ کہیں : آمِينَ۔

اسکے بعد یہ دعا پڑھیں:

اللّٰهُمَّ إِنِّى أَسْأَلُكَ يَا مَنْ هُوَ أَقْرَبُ إِلَىَّ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ، يَا مَنْ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ ، يَا مَنْ هُوَ بِالْمَنْظَرِ الْأَعْلىٰ وَبِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ، يَا مَنْ هُوَ الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوىٰ ، يَا مَنْ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَىْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ، أَسْأَلُكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ۔

اپنی حاجت طلب کریں (تمام مومنین کیلئے دعا کریں خصوصا امام زمانہ (عج) کے ظہور کی دعا ضرور کریں)۔

امام صادق علیہ السلام سے منقول اس صلواۃ کو بھی پڑھیں:

اللّٰهُمَّ يَا أَجْوَدَ مَنْ أَعْطىٰ ، وَيَا خَيْرَ مَنْ سُئِلَ ، وَيَا أَرْحَمَ مَنِ اسْتُرْحِمَ . اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ فِى الْأَوَّلِينَ ، وَصَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ فِى الْآخِرِينَ ، وَصَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ فِى الْمَلَاَ الْأَعْلىٰ ، وَصَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ فِى الْمُرْسَلِينَ . اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُحَمَّداً وَآلَهُ الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَالشَّرَفَ وَالرِّفْعَةَ وَالدَّرَجَةَ الْكَبِيرَةَ . اللّٰهُمَّ إِنِّى آمَنْتُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَلَمْ أَرَهُ فَلا تَحْرِمْنِى فِى الْقِيامَةِ رُؤْيَتَهُ ، وَارْزُقْنِى صُحْبَتَهُ ، وَتَوَفَّنِى عَلَىٰ مِلَّتِهِ ، وَاسْقِنِى مِنْ حَوْضِهِ مَشْرَباً رَوِيّاً سائِغاً هَنِيئاً لَاأَظْمَأُ بَعْدَهُ أَبَداً ، إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ . اللّٰهُمَّ إِنِّى آمَنْتُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَلَمْ أَرَهُ فَعَرِّفْنِى فِى الْجِنانِ وَجْهَهُ . اللّٰهُمَّ بَلِّغْ مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنِّى تَحِيَّةً كَثِيرَةً وَسَلاماً۔

عید قربان

عید قربان کے احکام مطابق با مرجع عالی قدر اقای سید علی حسینی سیستانی حفظہ اللہ

جواب: ا- جو افراد قربانی کرنے کی قدرت رکھتے ہیں ان کے لیے اس مستحب کو انجام دینے کی تاکید ہے۔

۲ -اگر کسی کے پاس قربانی کرنے کے پیسے ہوں لیکن جانور مہیا نہ کر سکتا ہو تو اس کی قیمت صدقہ میں دینا مستحب ہے۔

۳ -انسان اپنے اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے ایک جانور قربانی کر سکتا ہے۔

۴ -دو یا اس سے زیادہ افراد کا شریک ہو کر قربانی کرنا صحیح ہے، بالخصوص اگر جانور کم ہو اور اس کی قیمت زیادہ ہو۔

۵ -قربانی کا بہترین وقت عید قربان کے دن سورج نکلنے اور نماز عید کی مقدار وقت گذرنے کے بعد ہوتا ہے۔

۶ -وہ افراد جو منی میں ہیں ان کے لے چار دن تک قربانی کرنا مستحب ہے، اور جو منی میں نہیں ہیں ان کے لیے تین دن تک مستحب ہے، گر چہ احتیاط مستحب ہے کہ عید قربان کے دن ہی قربانی کریں۔

۷ -قربانی کا جانور اونٹ، گاے یا بھیڑ (بکرا) ہونا چاہیےاور احتیاط واجب کی بنا پر پانچ سال سے کم کا اونٹ، دو سال سے کم کی گاے اور بکرا، اور سات مہینے سے کم کی بھیڑ کافی نہیں ہے۔

۸ - مستحب قربانی میں وہ شرائط و صفات واجب نہیں ہیں جو واجب قربانی میں شرط ہیں۔ پس کانا، لنگڑا کان کٹا یا سینگ ٹوٹا، خصی، یا لاغر جانور کی قربانی دینا جایز ہے۔ اگرچہ احوط(احتیاط سے قریب تر) اور افضل یہ ہے کہ اسکے اجزاء سلامت ہوں اور موٹا ہو، اور مکروہ ہے اپنے پالتو جانور ہی کی قربانی کی جائے۔

۹ -بیمار، کمزور اور عیب دار جانور کی قربانی میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۰ -قربانی کے گوشت کا ایک حصہ خود کے لیے رکھے، اور ایک حصہ مسلمان کو دے اور احتیاط مستحب ہے تیسرا حصہ غریب مسلمانوں کو صدقہ دے۔

۱۱ -قربانی کی کھال صدقہ کے طور پر دینا مستحب ہے، قصاب کو اجرت کے طور پر دینا مکروہ ہے۔

۱۲ -قربانی کرنے والے شخص کا عقیقہ ساقط ہو جاتا ہے۔

۱۳ -میت کے لیے رجاء کی نیت سے قربانی کر سکتے ہیں

۱۴- ایک جانور دو یا چند لوگوں کے لیے قربانی کر سکتے ہیں۔

عید غدیر کی فضیلت اور اس کے اعمال

عید غدیر ، دین کے کامل ہونے کا دن

اٹھارہ ذی الحجہ کا دن تاریخ کی بہت اہم یاد دہانی کرتا ہے . یہ وہ دن ہے جب پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے امیرالمومنین علی علیہ السلام کو سب کے سامنے اپنی جانشینی کے لئے معین کیا اور وہیں پر یہ آیت نازل ہوئی

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا

۔آج میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا اور اپنی نعمتوں کو تم پر تمام کردیا اور اسلام کو ہمیشہ رہنے والے دین کے عنوان سے قبول کرلیا

سورہ مائدہ،آیۃ3

یہی وہ دن تھا جب کفار مایوس ہوگئے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ آئین اسلام کسی شخص کے ذریعہ قائم رہے گا اور پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چلے جانے کے بعد یہ اپنی پہلی حالت پر پلٹ جائے گا اور آہستہ آہستہ اسلام ختم ہوجائے گا، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ایک ایسا شخص جو پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد علم و تقوی، قدرت اور عدالت کے اعتبار سے مسلمانوں کے درمیان بے نظیر ہے اور اس کو پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانشینی کے لئے انتخاب کرلیا گیا اور لوگوں سے ان کی بیعت لے لی گئی تو کفار میں اسلام کے متعلق ناامیدی اور مایوسی چھا گئی اور وہ سمجھ گئے کہ یہ ایسا دین وآئین ہے جو ہمیشہ باقی و جاری رہے گا.

تفسیر نمونہ، ج 4، ص265

یہی وہ دن تھا جب آئین اسلام بالکل اچھی طرح سے مکمل ہوگیا، کیونکہ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے جانشین معین کئے بغیر اور مسلمانوں کے مستقبل کو واضح کئے بغیر یہ دین کامل نہیں ہوسکتا تھا ۔

یہی وہ دن تھا جب خداوندعالم نے علی علیہ السلام جیسے لائق رہبر کو معین کرکے اپنی نعمتوں کو تمام کیا اور یہی وہ دن تھا جب اسلام نے اپنے پروگراموں کو مکمل کرنے کے بعد اسے آخری دین کے عنوان سے قبول کرلیا ۔

عید غدیر ، عیداللہ اکبر

اسلام میں بہت سی عیدیں موجود ہیں جن میں بہت اہم حوادث واقع ہوئے ہیں جیسے عید غدیر، جس کو عید ولایت کہا جاتا ہے اس دن امیرالمومنین علی علیہ السلام کو پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خلافت اور جانشینی کے لئے منصوب کیا گیا اور اس کو عیداللہ اکبر کے نام سے موسوم کیا گیا ۔ پیام امام امیر المومنین علیہ السلام ، ج 15 ، ص433

لہذا اس دن کو عظیم ترین عید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جیسا کہ روایات میں اس دن کی اہمیت کو تمام عیدوں کے اوپر فوقیت دی گئی ہے ۔ کلیات مفاتیح نوین ، ص887

ایک روایت میں امام رضا علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا : قیامت کے دن ان چار دنوں کو عرش الہی کے پاس لایا جائے گا جنھوں نے زینت کر رکھی ہوگی : عید اضحی (قربان) ، عید فطر، روز جمعہ او رروز عید غدیر ۔ لیکن ان دنوں کے درمیان روز عید غدیر خوبصورتی کے لحاظ سے اس طرح چمک رہا ہوگا جس طرح ستاروں کے درمیان چاند نظر آتا ہے ۔ زادالمعاد، ص 323 ،اقبال، ص 464

اس دن کو "عید اکبر" کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے ۔ جس دن (توبہ کرنے والے) شیعوں کے گناہوں کو امیرالمومنین علیہ السلام بخش دیں گے ۔ اس دن خوشیاں منانا چاہیئے ، یہ ایسا دن ہے جس میں مومنین کے چہروں پر مسکراہٹ رہتی ہے ۔

ایک دوسری روایت میں ذکر ہوا ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا : کیا مسلمانوں کے لئے عید فطر اور عید قربان کے علاوہ بھی کوئی عید ہے ؟ امام نے فرمایا : جی ہاں ۔ ان دونوں عیدوں سے بھی زیادہ عظیم اور شریف عید موجود ہے ۔ اس دن پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے علی علیہ السلام کو اپنی امت کی امامت اور اپنی جانشینی کے لئے منصوب کیا تھا ۔ ایک دوسری روایت میں فرمایا ہے : وہ اٹھارہ ذی الحجہ کا دن ہے ۔ مصباح المتہجد، ص 736

عید غدیر کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت

عید غدیر کے دن متعدد اعمال روایات میں بیان ہوئے ہیں ، انہی میں سے ایک روزہ رکھنا ہے ، ایک روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ اس دن کا روزہ ساٹھ مہینوں کے روزوں کے برابر ہے ! اور ایک روایت میں عید غدیر کے دن کے روزہ کو ساٹھ سال کے کفاروں کے برابر بتایا گیا ہے ۔ اقبال، ص 465

عید غدیر کا غسل

مرحوم شیخ کفعمی نے بلد الامین میں عید غدیر غسل کو مستحب بتایا ہے ۔ بلدالامین، ص 259

عید غدیر ، انفاق، اطعام اور احسان کا دن ہے

ایک روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا : یہ دن عبادت کا دن ہے ، لوگوں کو کھانے کھلانے ، نیکی کرنے اور اپنی بھائیوں کے ساتھ احسان کرنے کا دن ہے ۔ زادالمعاد، ص 327

ایک دوسری رویت میں امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص اس دن اپنے مومن بھائیوں اور خاندان والوں کو اپنے رزق اور دوسری نعمتوں میں یاد رکھے خداوندعالم اس کی روزی میں اضافہ کردیتا ہے ۔ زادالمعاد، ص 324

عید غدیر کے دن کی دعائیں

شیخ مفید رحمہ اللہ سے نقل ہوا ہے کہ اس دن یہ دعا پڑھیں:

اللَّهُمَّ انّي اسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ نَبِيِّكَ، وَعَلِيِّ وَلِيِّكَ، وَالشَّاْنِ وَالْقَدْرِ الَّذى خَصَصْتَهُما بِهِ دُونَ خَلْقِكَ، انْ تُصَلِّىَ عَلى مُحَمَّدٍ وَعَلِيِّ، وَانْ تَبْدَءَ بِهِما فى كُلِّ خَيْرٍ عاجِلٍ، اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ الْأَئِمَّةِ الْقادَةِ

خدایا میں اس دن تیرے نبی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اور تیرے ولی حضرت علی علیہ السلام کے حق کا واسطہ دیتا ہوں اورایسی منزلت اور مرتبہ کا واسطہ دیتا ہوں جس کے وسیلہ سے ان دونوں کو اپنی تمام مخلوق سے مختص کیا گیا ، جس دن تو نے ان دونوں پر صلوات و درود بھیجا اور ان دونوں سے کار خیر شروع کئے ۔ خدایا بر محمد و آل محمد پر درود و صلوات بھیج ...)۔

اللَّهُمَّ امْلَاءِ الْأَرْضَ بِهِمْ عَدْلًا، كَما مُلِئَتْ ظُلْماً وَ جَوْراً، وَ انْجِزْلَهُمْ ما وَعَدْتَهُمْ، انَّكَ لا تُخْلِفُ الْميعادَ

خدایا ان کے وسیلہ سے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے ، اسی طرح جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے اور ان سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کردے ، یقینا تو اپنے وعدوں کو پورا کرتا ہے ۔ بحارالانوار، ج 95، ص 319 ، اقبال، ص 492

عید غدیر کے دن دعائے ندبہ

عید غدیر کے دن دعائے ندبہ کا پڑھنا مستحب ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، الحمدللہ رب العالمین و صلی اللہ علی سیدنا محمد نبیہ و آلہ ، وسلم تسلیما

ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جوعالمین کا پروردگار ہے اور خدا رحمت نازل کرے ہمارے سردار اورپیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کی آل پاک پر اور ان پر سلام ہو ۔

نماز عید غدیر

مرحوم سید بن طاووس نے صحیح سند کے ساتھ امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ عید غدیر کے دن دو رکعت نماز پڑھے ، نماز کے بعد سجدہ میں جائے او رسو مرتبہ خدا کا شکر ادا کرے مثلا کہے "شکرا للہ" ۔ اور سجدہ سے سر اٹھا کر یہ دعا پڑھے:

اللهُمَّ انِّى اسْئَلُكَ بِانَّ لَكَ الْحَمْدَ، وَحْدَكَ لا شَريكَ لَكَ، وَانَّكَ واحِدٌ احَدٌ صَمَدٌ، لَمْ تَلِدْ وَلَمْ تُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَكَ كُفُواً احَدٌ، وَانَّ مُحَمّداً عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ صَلَواتُكَ عَلَيْهِ وَآلِهِ

اے خدا ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ حمد تیرے ہی لئے ہے تو ایک اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے تو ایک اکیلا ہے بے نیاز ہے ، نہ کسی کا فرزند اور نہ تیرا کوئی فرزند ہے اورنہ تیرا کوئی کفو ء ہے اور بیشک محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تیرا بندہ اور رسول ہیں ، تیرا درود ہو ان پر اور ان کی آل پاک پر۔ آمین یا رب العالمین کلیات مفاتیح نوین ، ص189

عید مباهله

چوبیسویں ذی الحجہ کا دن مشہور روایت کے مطابق24 ذی الحجہ عید مباہلہ کا دن ہے اس دن حضرت رسول نے نصارٰی نجران سے مباہلہ کیا تھا واقعہ یوں ہے کہ حضرت رسول نے اپنی عبا اوڑھی ، پھر امیرالمؤمنین ۔، جناب فاطمہ (س) اور حضرت حسن و حسین (ع) کو اپنی عبا میںلے لیا ۔ تب فرمایا کہ یا اللہ ! ہر نبی کے اہلبیت (ع) ہوتے ہیں اور یہ میرے اہلبیت (ع) ہیں ۔ پس ان سے ہر قسم کی ظاہری و باطنی برائی کو دور رکھ اور ان کو اس طرح پاک رکھ جیسے پاک رکھنے کا حق ہے ، اس وقت جبرائیل امین (ع) آیت تطہیر لے کر نازل ہوئے اس کے بعد حضرت رسول خدا نے ان چار ہستیوں کو اپنے ساتھ لیا اور مباہلہ کے لئے نکلے ، نصارٰیٰ نجران نے آپ کو اس شان سے آتے دیکھا ، اور علامات عذاب کا مشاہدہ کیا تو مباہلہ سے دست بردار ہو کر مصالحت کر لی اور جزیہ دینے پر آمادہ ہو گئے ۔

آج ہی کے دن امیرالمؤمنین ۔ نے حالت نماز میں سائل کو انگوٹھی عطا فرمائی ۔ اور آپ کی شان میں آیہ مبارکہ ''اِنَّمَاْ وَلَیُّکُمُ اللہ...'' نازل فرمائی۔

خلاصہ کلام یہ کہ یوم مباہلہ بڑی عظمت اور اہمیت کا حامل ہے اور اس میں چند ایک اعمال ہیں ۔

﴿۱﴾غسل ۔

﴿۲﴾روزہ رکھنا۔

﴿۳﴾دورکعت نماز کہ جس کا وقت، ترتیب اور ثواب عید غدیر کی نماز کی مثل ہے ، البتہ اس میں آیۃالکرسی کو ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ تک پڑھے

﴿۴﴾ دعائے مباہلہ کا پڑھنا یہ دعا ماہ رمضان کی دعائے سحر کے مشابہ ہے

منقبت

عالیجناب مولانا کمیل عباس ناصری صاحب قبلہ

کھولا گیا ہے آج جو دفتر غدیر کا
جنت بھی آئی دیکھنے منظر غدیر کا

جاری یہیں سے ہوں گے ولایت کے سب نظام
کس درجہ قدردان ہے داور غدیر کا

فصل خزاں نے اوڑھ لی چادر بہار کی
آیا قصیدہ جب بھی زباں پر غدیر کا

گر کوئی بو لہب ہے پھر آج ٹوک دے
خطبہ ہے شاہ دین کے لب پر غدیر کا

لاکھوں مخالفت سے بھی کچھ ہو نہ پائے گا
ہونا تھا جس کو ہو گیا رہبر غدیر کا

مقصد بچا کے شام کی تاریک شام سے
لائی ہے ساتھ دختر حیدر غدیر کا

بخ لک کی ٹوپی پہن کر جناب شیخ
منکر ہوا ہے بعد میں کیونکر غدیر کا

خیمے سے لا رہی ہیں جسے بنت مرتضی

زینب کی پشت پر ہے وہ رہبر غدیر کا

حکم امام پا کے وہ خیمے سے لوٹ آئے
ایسا مطیع جہاں میں ہے اشتر غدیر کا

نبی و امام دونوں جہاں پر ہوں متصل
دنیا میں بے مثال ہے منبر غدیر کا

من کنت کی صدا سے اثر یہ ہوا کمیل
کتنے دلوں پہ چل گیا خنجر غدیر کا

منقبت

عالیجناب مولانا سید شہزاد اصغر نجفی صاحب قبلہ

کتنا حسین لگتا ہے منظر غدیر میں
مولا بنائے جاتے ہیں حیدر غدیر میں

جتنے منافقین تھے سب جل کے رہ گے
جس وقت دیکھا نور کا پیکر غدیر میں

منبر پہ ہیں رسول تو ہاتھوں پہ ہیں'علی
منبر کا بھی ہے بدلا مقدر غدیر میں

جس دل میں بھی بسی ہوئی نفرت علی کی تھی
کھا کھا کے گر رہے تھے وہ چکر غدیر میں

منظر غدیری دیکھ کے حارث کے ساتھ ساتھ
چلتا تھا مفتیوں پہ بھی خنجر غدیر میں

بغضِ علی سے ہو گیا لبریز اس کا دل
سر پر پڑا ہے اس لئے پھتر غدیر میں

سن کر غدیر خم میں صدائے رسول کو
ٹھہرے فرشتے خُلد سے آکر غدیر میں

کہتے تھے جو زباں سے ہم ہیں رسول کے
وہ بھی جھکا کے روتے رہے سر غدیر میں

عرش بریں سے آگئے شہزادّ جبرئیل
دین خدا کا دیکھنے رہبر غدیر میں

اپیل

سید غلام رضا زیدی

جامعہ بیت العلم ایک دینی تعلیمی ادارہ ہے جو ایک عرصہ دراز سے قوم کے نونہال بچوں کی دینی و عصری تعلیم و تربیت کا انتظام کر کے قوم کی دینی و اخلاقی ضرورتوں کو پورا کرنے میں اپنا تعاون دے رہا ہے

لہذا قوم کے درد مند اور مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ ادارے کی ضروریات کو پورا کرنے میں اپنا تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں مدرسے کو مراجع کرام حفظہم اللہ تعالی کی طرف سے سہم امام اور دیگر رقوم شرعی حاصل کرنے کے لیے اجازے حاصل ہیں مدرسے کی اعانت اور ترسیل زر کے لئے رابطہ فرمائیں اور قلم کار حضرات سے بھی گزارش ہے اپنی کاوشوں کو ہم تک ارسال فرمائیں تاکہ صدائے علم اپ کی کاوشوں کو اشکار کر سکیں

عالیجناب مولانا سید غلام رضا زیدی صاحب قبلہ

بانی و نگراں جامعہ بیت العلم پھندیڑی ضلع امروہہ

موبائل 9758969866

جامعہ بیت العلم پھنڈیڑی سادات کا ترجمان

ماہنامہ صدائے علم

ذی الحجہ ۱۴۴۶ھ ، جون 2025

JAMIA BAITUL ILM
Phanderi Sadat Amroha Up India -244231
جامعہ
بیت العلم
پھنڈیڑی سادات امروہہ
بانی ادارہ
مولانا سید غلام رضا زیدی

IMAM HUSAIN
Social Welfare Trust

स्थायी मान्यता प्राप्ति वर्ष 2014 اعلیٰ دینی وعصری تعلیمی درسگاہ (राजकिय मान्यता प्राप्त)

मदरसा बैतुल इल्म

مدرسہ بیت العلم

پھنڈیڑی سادات، ضلع امروہہ (یوپی)

फन्देड़ी सादात, ज़िला अमरोहा (उ०प्र०)

MADARSA BAITUL ILM

Molana Sayed Ghulam Raza Zaidi Sb.

Vill. & Post. Phanderi Sadat, Distt. Amroha (U.P.)-244231
Mob.: 9758969866, 9927422301